هو الباری

رسالۃ المسمٰی بہ

الجمعۃ والہند

مؤلفہ

قاضی حافظ شیخ محمد رفعت اللہ صدیقی چشتی قادری مجددی اویسی، وارث حسنی۔ مؤلف کتاب الزکوۃ (گجراتی)

موضع بسو

ریاست پالن پور کی سُنی حنفی مومن جماعت نے چھپوا کر فی سبیل اللہ وقف کیا

باہتمام حسن الدین میاں نظامی

نظامی لیتھو پریس پانچ پتی احمد آباد میں چھپا

گئے تھے، بعد میں مولوی عثمان احمد صاحب [illegible] کے ذریعہ بار دوم بھی بھیجے مگر موصوف نے کچھ جواب مرحمت نہ فرمایا بلکہ [illegible] جس کا سخت افسوس ہے۔ دلچسپی عوام و خواص کیلئے وہ سوالات [illegible] کئے جاتے ہیں، ساتھ ہی مسلمانان پالمپور [illegible] جمعہ کو سمجھنے کی کوشش کریں اور حق کی پیروی کر کے عند اللہ ماجور ہوں اور ترک جمعہ کے متعلق جو وعیدیں ارشادات رسول میں موجود ہیں اُن کو پڑھ کر خائف ہوں۔ بہر نوع سوالات پڑھئے اور مباحث دیکھئے اور جمعہ کی نماز پوری پابندی کیساتھ قائم کیجئے۔ پھر مانعین جمعہ سے تحریری جوابات حاصل کر کے مولوی عثمان احمد صاحب کے توسط سے ہمارے پاس بھیجئے، زبانی گفتگوؤں سے جمعہ بند نہ کیجئے۔

چند سوالات جو مولوی نذیر میاں صاحب کو جب میں بھیجے گئے تھے

(۱) مصر شرعی کی کیا تعریف ہے؟ ظاہر الروایۃ پر آپکا بھروسہ ہے؟ یا مصنف وقایۃ الروایۃ کی تعریف پر؟

(۲) مصر کی کوئی بھی تعریف ہو، قرآن مجید سے ثابت ہے؟ احادیث مشہورہ میں مذکور ہے یا پھر آثار صحابہ سے ماخوذ ہے یا محض فقہا کی آراء پر مبنی ہے؟

(۳) نص قرآنی پر زیادتی کے لئے حدیث مشہور کی ضرورت ہے (دیکھو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ و السلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

رجب المرجب ۱۳۵۲ھ کی بات ہے کہ جب پہلی مرتبہ عزیز گرامی جناب مولوی عثمان احمد صاحب امام مسجد بسو نے مسئلہ جمعہ پر رسالہ لکھنے کی ترغیب دی، حالات کا اقتضا یہ تھا کہ بعجلت یہ کام انجام دیا جاوے۔ اسواسطے جو کچھ مواد موجود تھا لکھ کر بھیج دیا گیا۔ اتفاق امر دیکھئے کہ مولوی نذیر میاں صاحب نے کچھ خاموشی برتی اور کچھ رسالہ کی اشاعت میں دیر ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ضروری امر کی اشاعت میں ایک سال سے زائد دیر ہوگئی۔ ابتداءً پھر مولانا نذیر میاں نے ہی فرمائی اور اہالیان بسو کو افہام و تفہیم کرنا شروع کیا۔ چنانچہ انھیں لوگوں کی خواہش پر غالباً رجب کی ابتدائی تاریخوں میں مولٰنا موصوف کو میں نے ایک خط لکھا جس میں مسئلہ جمعہ تبادلۂ خیالات کے لیے چند سوالات بھی درج تھے، جو بعینہ نیچے لکھے جاتے ہیں۔ ایک ماہ کے اندر اندر مولانا سے جوابات مانگے

(اور واللہ ایسا ہی ہے) تو دلائل عقلیہ سے زیادتی علی القرآن کیسے ممکن ہے؟

(۷) اگر سلطان کی شرط کا دارومدار مرغینانی صاحب ہدایہ کا قول ہے، تو کیا صرف فقیہہ کے قول سے قرآن پر زیادتی ممکن ہوگی؟ لیکن اگر ناممکن ہے تو فقہاء کی یہ شرط بیکار ہوگی اور بغیر اس شرط کے تحقق کے بھی جمعہ جائز و واجب ہوگا؟

(۸) ابن ماجہ اور ابن ابی شیبہ نے حسن بصری رح سے جو دو ایتیں سلطان کے بارہ میں بیان (اربع الی السلطان الحدیث اور من ترکھا ولہ امام الحدیث) کی ہیں کیا انھیں سے سلطان کی شرط ثابت ہوتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو اصول فقہ کے نقطۂ نگاہ سے ثابت کرکے تحریر فرمائیگا۔ رسالہ کے آخر میں ہندوستان کے کثیر علماء کے فتاوی ہیں جنکو مولوی عثمان احمد صاحب نے انتہائی محنت کے بعد علماء سے حاصل کیا ہے، ان سے فائدہ حاصل کیجئے اور معاملات دینی میں بغیر کامل جانچ و تحقیق کے (خیالی) سے کام لیجئے اور بس۔

اہل علم اور علماء سے التماس ہے کہ تسامحات سے مجھ کو مطلع فرمائیں، اور پبلک کو تختۂ مشق نہ بنائیں، اگر کسی بیان میں کوئی غلطی ہوگی تو تحقیق کے بعد شکریہ کے ساتھ قبول کرلی جاوے گی۔ واللہ

اصول کی کتابیں جیسی مسلم الثبوت اور نور الانوار وغیرہ) وہ کہاں ہے، اگر انتخاب کے علم میں ہے تو عبارت مع حوالہ کتب حدیث تحریر ہو، (کتب فقہا سے حوالہ حدیث قابل سماعت نہیں ہے بلکہ کتب حدیث ہی سے حوالہ مرقوم ہو)

(۴) قریہ و دیہہ جہاں پر نماز جمعہ (مانعین کے نزدیک) جائز نہیں ہے اُن کا کوئی مفہوم شرع میں حضرۃ شارع کے بیان سے ثابت ہے؟ یا پھر فقہاء کی تشریحات کا مرہون منت ہے؟ یا محض ہمارا عرف مبیّن ہے؟

(۵) سلطان یا چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) کا حکم یا اجازت یا موجودگی جو بھی شرط ہو بہر تقدیر نص قرآنی پر زیادتی ہے اور زیادتی علی القرآن کیلئے حدیث مشہور کی ضرورت ہے وہ کہاں ہے؟ تحریر بھی ہو اور تشریح بھی ہو کہ اصولی حیثیت سے وہ کہاں تک بیان قرآن ہے؟ لیکن اگر حدیث مشہور موجود نہیں ہے تو کیا یہ صحیح ہے جیسا کہ فقہائے متاخرین قائل ہیں کہ قدیم زمانہ میں یہ معاملات سلطان کے سپرد تھے انتظامات کے لیے اگر ایسا ہی ہے تو اس تفویض سے قرآن کے معانی میں زیادتی کیسے درست ہو گی؟

(۶) اگر بادشاہ اسلام کی شرط شرعی نقطۂ نگاہ سے کچھ وزن نہیں رکھتی ہے تو اس کی ولیت یا ضرورت فقہاء نے عقلاً سمجھی ہوگی؟ پس اگر ایسا ہی

حقیقت صلوٰۃ جمعہ

یہود اور نصاریٰ کے یہاں اُن کی شریعت کی جانب سے ایک دن ہفتہ میں مقرر تھا کہ جس میں اجتماعی حیثیت سے جمع ہو کر اپنے طور پر عبادت کرتے تھے، لیکن ہنوز مسلمانوں کیلئے کوئی ایسی عبادت فرض ہوئی تھی کہ جس میں اُن کی عام اجتماعی شان دکھلائی دے۔ پس ہجرت مدینہ کے موقعہ پر قبا کے مقام پہ جو کہ ایک گاؤں ہے مدینہ کے قرب میں اسکی فرضیت کا حکم نافذ ہوا اور آپ نے سب سے پہلا جمعہ اُسی مقام پر پڑھا لیکن چونکہ زبانِ عرب میں یہ لفظ ظہورِ اسلام سے قبل کسی معنی کیلئے بولا نہیں گیا ہے اس واسطے اس کے حقیقی معنے کو سمجھنے کیلئے حضرت شارع اور ان کے متبعین کے طریقوں کو دیکھنا ہوگا، دیکھو مصفیٰ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اسی مفہوم کو یوں تحریر فرماتے ہیں۔

صلوٰۃ جمعہ لفظے است کہ پیش از شریعت بہ چیزے موضوع نہ بود و از استعمالات صاحب شرع و اصحاب اتباع او فہمیدہ شد کہ آں نماز یست خاص بکیفیت مخصوصہ پس چارہ نیست از

صلوٰۃ جمعہ ایک ایسا لفظ ہے کہ شریعت اسلامیہ کے پہلے (زبانِ عرب میں) کسی چیز کے لئے بولا نہیں گیا (لیکن اسلام کے آنے کے بعد آنحضرت اور آپکے پیروؤں کے استعمال سے سمجھا گیا کہ وہ (صلوٰۃ جمعہ) ایک خاص نماز ہے مخصوص کیفیت کی پس مجبوراً

والمستعان وعلیہ التکلان ۰

فقیر محمد نعمت اللہ صدیقی چشتی صابری
ردولی ضلع بارہ بنکی

کوئی فرضیت کا منکر ہے، کوئی شرائط جمعہ کی غلط تفسیر بیان کرتا ہے اور کوئی کچھ، فقہ حنفی پر اغیار کی جانب سے خوب خوب افترا پردازیاں ہوئی ہیں، یہ حقیقت آج کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، انھیں اتہام تراشنے والوں کے دو شاہکار ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

(۱) علامہ عابدین شامی نے لکھا ہے کہ اس دور کے چند جہلا، قدوری کے اس قول کی وجہ سے (جسکو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں) جمعہ کی فرضیت کے احناف کے مسلک سے منکر ہیں اور اس عظیم الشان اتہام کو حضور سراج الملۃ حضرۃ سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے منسوب کرتے ہیں قدوری کا قول یہ ہے۔

ومن صلی الظہر یوم الجمعۃ فی منزلہ ولا عذر لہ کرہ وجازت صلاتہ	جس شخص نے نماز جمعہ کے روز اپنے مکان میں پڑھی بغیر کسی عذر شرعی کے تو یہ مکروہ تحریمی ہے لیکن نماز اس کی جائز ہوگئی

حالانکہ ان معترضین کی سمجھ میں اسقدر نہ آسکا کہ عبارت بالا سے قدوری کا مقصد کیا ہے۔ مطلب ظاہر طور پر یہ تھا کہ نماز ایسی ہو جائے گی کہ جس سے فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا، مگر ایسا کرنا ان لوگوں پر حرام ہے کیونکہ مکروہ کا لفظ فقہا کی عبارات میں جب بلا قید تنزیہی ہو تو مکروہ تحریمی کے معنی دیتا ہے، امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف اس

ملاحظۂ آں خصوصیات کہ در افراد جمعہ یافتہ شدہ و معرفت صفاتِ نفسیہ او +	اُن خصوصیات کو اور اُن ذاتی صفتوں کو ملحوظ رکھنا ہوگا جو مختلف جمعوں میں (آنحضرت اور صحابہ کے) پائی گئی ہیں۔

پس جو شخص بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ کے نیز صحابہ و متبعین صحابہ وتابعین ہم جزاً کے دور میں نماز جمعہ کی کیفیتوں پر غور کریگا وہ نتیجہ کے طور پر حسب ذیل امور کو اخذ کرے گا۔

(۱) لوازم جمعہ۔ (۲) صفات نفسیہ جمعہ۔ (۳) شرائط جمعہ، وغیرہ۔

تو صلوٰۃ جمعہ ان لوازم، شرائط اور نفسی یا ذاتی صفتوں کے اوپر زبان شریعت میں بولا جائیگا۔ اور انشاء اللہ ان امور کا حسب موقع مفصل ذکر آگے آئے گا اور ان امور کے زائد امور، زائد ہوں گے، بلکہ قرآن کے مفہوم پر، احادیث کے منشاء پر، آنحضور و صحابہ و متبعین کے عمل پر، سلف صالح کے طریقوں پر زائد ہوں گے اور اُن پر عمل کچھ ضروری نہ ہوگا۔

جمعہ کی فرضیت جمعہ کی فرضیت ثابت کرنے کیلئے فقہ کا عظیم الشان دفتر اور حدیث کی ہزار ہا ہزار کتابوں کے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ قرآن مجید کے الفاظ بالکل صاف طور پر اس کی فرضیت پر دلالت کرتے ہیں۔ قدیم زمانہ سے یہ بات چلی آتی ہے کہ لوگ کوتہ نظری اور قلت استعداد کے سبب سے فقہا کی عبارات کا صحیح مطلب نہیں سمجھتے اور چہ میگوئیاں کرنے لگتے ہیں،

کچھ ایسا ضروری نہیں ہے صرف رونق بڑھانے کیلئے مولوی لوگ خطبہ روز بروز میں ایک
کر لیتے ہیں ورنہ فرض تو ظہر کی نماز ہے، جو یہاں پڑھی جاتی ہے! ۶

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

بعض لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ جمعہ کے روز ظہر کے وقت میں دو مستقل فرض ہیں ایک جمعہ کی نماز اور دوسری ظہر کی اور یہ خیال بھی بہرحال جمعہ کی فرضیت کے واسطے کچھ کم نقصان دہ نہیں ہے، یقیناً اس سے بھی فرضیت جمعہ کا انکار اصولاً لازم آتا ہے۔

اور اصل بات یہ بھی ہے کہ عام طور سے کتب فقہ میں ان کے مصنفین کا دستور ہو گیا تھا کہ جب وہ کسی فرض کو بیان کرتے تھے تو لکھتے تھے کہ یہ چیز واجب ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہا کے متعلق یہی لفظ (واجب) سب نے لکھا ہے، چنانچہ جمعہ کیلئے بھی ابواب جمعہ میں یہی لفظ منقول ہے میں نے ثقات سے سنا ہے کہ ہندوستان کے ایک بھائی نے بھی اسی لفظ واجب سے بہت بڑا فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، اور ثابت کرنا چاہتے تھے کہ امام صاحب کی رائے پر جمعہ فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے، مگر یہ ایسی بات تھی جسکو فقہ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے اس واسطے یہ ترکیب نہ چل سکی کیونکہ واجب کا یہ لفظ دوسرے معنے رکھتا ہے یعنے فرض کا مرادف ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اس کے آگے لکھا ہوتا ہے

بہ حرام سمجھتے ہیں، لیکن مفتیٰ بہ قول اس میں امام محمد کا ہے اور وہ حرام و مکروہ تحریمی میں کوئی فرق نہیں سمجھتے ہیں گویا مکروہ تحریمی کو کسی معنی میں بھی لیں مطلب امام صاحب کے نزدیک بھی یہی ہے کہ جمعہ کے روز جمعہ ترک نہ ہو اور حتی الامکان بلا عذر شرعی ظہر نہ پڑھی جائے، ورنہ خطرہ شدید گناہ کا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہی عبارت خود فرضیت جمعہ پر بالمعنیٰ دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر جمعہ کے روز وقت ظہر میں جمعہ کی نماز فرض نہ ہوتی تو ظہر پڑھنا حرام کیوں ہوتا؟ پس غور کرو۔

(۲) محقق ابن ہمام نے جمعہ کی فرضیت کا بسیط ثبوت دینے کے بعد لکھا ہے کہ ہمنے زیادہ کلام اسواسطے کیا ہے کیونکہ ہم بعض جاہلوں سے (جو غیر حنفی) سنتے ہیں کہ وہ مذہب حنفیہ کی طرف جمعہ کے فرض نہ ہونے کی نسبت کرتے ہیں (میں کہتا ہوں کہ) محقق موصوف کے زمانہ میں تو شاید اغیار میں سے جو لوگ جاہل یا ناواقف ہونگے، حنفیوں کے اوپر یہ اتہام لگاتے ہونگے کہ جمعہ کی نماز مذہب حنفی پر فرض نہیں ہے۔ لیکن ہمارے زمانہ میں تو خود حنفیہ اور علماء کہلانے والے گروہ نے وہ طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا ہے کہ الامان اور غلط فہمیوں کا منتشر فتنہ کیا احتیاط ظہر کے بارہ میں ضعیف ترین قول ہے، احتیاط کرتے کرتے یہ لوگ گمراہی کے گڑھے میں جا گرے ہیں اور عوام لکھے پڑھے مولویوں کی حرکات دیکھکر یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جمعہ

الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم فی جماعۃ الا اربعۃ عبد مملوک او امرأۃ او صبی او مریض ٥	نماز جمعہ حق (پروردگار) ہے اور واجب ہے ہر مسلمان پر با جماعت، مگر غلام، عورت بچے اور بیمار پر واجب نہیں ہے ۔

یہ حدیث طارق بن شہاب سے ابوداؤد نے روایت کی ہے، صحیح یہ ہے کہ طارق نے رسول خدا سے روایت نہیں کی ہے البتہ دیکھنا ثابت ہے پس حدیث مرسل ہوگی اور حدیث مرسل علی الخصوص جبکہ صحابی سے مرسل ہو تو قابل حجت ہے۔ علاوہ ازیں علامہ نووی رح نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ حدیث شرائط شیخین (بخاری و مسلم) پر صحیح ہے، پس استدلال اس حدیث سے صحیح ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث دوسرے طریقوں پر بھی مروی ہے۔

عن ابن عمر قال خطب علیہ السلام علی المنبر فقال لینتھین اقوام عن ودعھم الجمعات اولیختمن اللہ علی قلوبھم ثم لیکونن من الغافلین ٥	مسلم نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ جمعہ کے ترک سے لوگ ضرور باز آجاویں نہیں تو اللہ اُن کے دلوں پر نفاق کی مہر کر دیگا، پھر غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔

اور اس کے مثل ابوہریرہ سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث تاکید جمعہ میں

کہ اس کا منکر کافر ہے، لیکن وہ واجب جو کہ فقہا کا اصطلاحی ہے یہ درجہ نہیں رکھتا کیونکہ وہ دلائل ظنیہ سے ثابت ہوتا ہے اور جمعہ بلاشبہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اس لئے اس کی فرضیت میں کوئی شک نہیں ہے چنانچہ درمختار میں مصرح ہے کہ جمعہ فرض عین ہے (یعنے جو ادا کریگا وہ سبکدوش ہوگا اور جو ترک کریگا وہ خاطی ہوگا اور منکر بالیقین کافر ہی ہوگا۔) اس کا منکر کافر ہے اسواسطے کہ اسکی فرضیت کا ثبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہی، بہر نوع جمعہ کی نماز فرض ہے اور ظہر کی نماز سے زائد اس کی فرضیت مضبوط ہے کیونکہ جو وعیدیں اور تہدیدیں تارک جمعہ کیلئے احادیث میں مذکور ہیں تارک ظہر کیلئے نہیں آئی ہیں۔

تاکید جمعہ اور احادیث کثیر احادیث اس باب میں موجود ہیں اُن میں سے چند نمبر ذیل میں درج ہیں۔

(۱) مالك عن صفوان ابن سليم انه قال من ترك الجمعة ثلث مرات من غير عذر ولا علة طبع الله على قلبه۔

موطا امام مالک میں ہے کہ فرمایا علیہ السلام نے کہ جس شخص نے جمعہ کو تین مرتبہ (متواتر) بغیر عذر شرعی یا مرض کے چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب پے مہر (نفاق) کی کردیگا۔

حاکم اور امام احمد بن حنبل جیسے محدثین کبار تک نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور نہ صرف روایت بلکہ اس کی صحت بھی بیان فرمائی ہے۔

اس میں کچھ ردو بدل ہو سکتا ہے

(٦) عن جابر ابن عبد الله
قال خطبنا رسول الله صلی الله
علیه وسلم فقال یا ایها الناس
توبوا الی الله قبل ان تموتوا
واعلموا ان الله قد افترض
علیکم الجمعة فی مقامی
هذا فی یومی هذا فی شهری
هذا من عامی هذا الی
یوم القیمة فمن ترکها فی
حیاتی او بعدی وله امام
عادل او جائر استخفافا بها
او جحودا لها فلا جمع الله
شمله ولا بارك له فی امره
الا ولا صلوة له ولا زکوة له
ولا حج له ولا صوم له ولا بر له
حتی یتوب فمن تاب تاب الله

ابن ماجہ نے جابر بن عبد اللہ سے روایت
کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے خطبہ دیا تو فرمایا کہ لوگو مرنے سے پہلے اللہ تعالی
کی جانب رجوع کرلو یعنی توبہ کرلو۔
اور یقین کرلو اور سنو کہ اللہ تعالی نے آج اس
مقام پر اس دن اور اس مہینہ اور اس
سال میں تم پر نماز جمعہ کا ادا کرنا فرض کیا ہے
اور اس کی فرضیت آج سے لیکر قیامت کے
دن تک ہے۔ پس جس شخص نے اسکو
میری زندگی میں یا میرے بعد عمداً یا انکار
کرکے چھوڑ دیا اور اس کا کوئی امام عادل
یا جابر موجود ہوگا تو خدا اس کی پراگندگی
کو جمع نہ کریگا اور نہ اسکو برکت عطا فرمائیگا
سنو اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی
اسکی کوئی زکوۃ قبول نہیں ہوتی اس کا کوئی
حج نہیں اس کا کوئی روزہ نہیں اسکی کوئی نیکی نہیں

انتہائی زجر کو ظاہر کرتی ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ وہ جمعہ کی نماز ترک کرنے سے بچیں ورنہ خوف سخت عذاب کا ہے!

(۴) ایک مرتبہ خطبہ میں ارشاد فرمایا اُن لوگوں کے بارہ میں کہ جو سستی کے سبب نماز جمعہ میں شریک نہیں ہو سکتے۔

عن ابن مسعود انہ قال لقد همت ان امر رجلا یصلی با لناس ثم احرق علی رجال یتخلفون عن الجمعۃ بیوتھم (مسلم)

صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ مروی ہے کہ فرمایا کہ رسول خدا نے کہ میرا ارادہ ہے کہ کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھاوے۔ پھر اُن لوگوں کی طرف چلا جاؤں جو جمعہ سے پیچھے رہجاتے ہیں اور مع اُن کے گھروں کے ان لوگوں کو جلادوں!

خدا کے لئے کوئی صاحب بتلائیں کہ اتنی سخت دھمکی رسول کے کلام میں کسی اور نماز کے تارک کیلئے بھی آئی ہے؟ اگر نہیں آئی ہے تو جمعہ کی فرضیت کا انکار کیوں ہے؟ اور اُسکو ہلکا کیوں سمجھا جاتا ہے؟ اور جمعہ کے روز نماز ظہر کے وقت اُسکو مستقل فرض کیوں نہیں سمجھا جاتا؟

(۵) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص بغیر ضرورت شرعی جمعہ نہ پڑھے تو منافق لکھا جاتا ہے ایسی کتاب میں جو نہ مٹائی جا سکتی ہے، نہ

کافی ہیں اور نا سمجھوں کے لئے ایک دفتر کافی نہیں ہے۔ یہاں سے یہ امر واضح ہو گیا کہ نماز ظہر سے نماز جمعہ (جمعہ کے روز) زیادہ مؤکد ہے اور جمعہ کے روز وہی زیادہ بہتر ہے، ارشاد فرمایا باری تعالیٰ نے کہ،

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا	ہم کسی آیت (یعنے حکم) کا رفع (نسخ) کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے مانند لاتے ہیں۔

کیونکہ ہر روز ظہر فرض تھا اب ایک روز ہر ہفتہ میں ظہر منسوخ کیگئی اور اسکی جگہ جمعہ قائم کیا گیا اس لئے باعتبار ثواب واجر وغیرہ کے اس کا مرتبہ نماز ظہر سے بڑھا دیا گیا سچ ہے فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ

تاکید جمعہ اور فقہا

فقہا کا تیسرا طبقہ ایسے افراد پر شامل ہے کہ جو دلائل شرعیہ کی واقفیت میں اپنے اگلوں سے بڑھے ہوئے تھے، علی الخصوص مسائل فقہیہ میں راجح دلائل کا تلاش کرنا انہیں کا کام تھا۔ علامہ زین العابدین مصری مصنف بحر الرائق اس طبقہ کے سرگروہ سمجھے جاتے ہیں۔ جمعہ کی فرضیت کی تاکید میں ان کی ذیل کی عبارت قابل ملاحظہ ہے۔

وقد افتيت مرارا بعدم صلوٰة الاربع بعدها بنية اخر ظهر خوف اعتقاد عدم فرضية	میں نے سیکڑوں مرتبہ فتویٰ دیا ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد آخر ظہر کی نیت سے چار رکعت نہیں پڑھنا چاہئے، کیونکہ میں ڈرتا ہوں اس بات سے

علیہ ؛ رواہ ابن ماجہ ۔ جبتک وہ ترک نماز جمعہ سے توبہ نکرے پس جو شخص توبہ کرتا ہے خدا اسکی توبہ قبول کرلیتا ہے۔

اے وہ لوگو جو نماز جمعہ سست کاری اور سہل انگاری سے ترک کرتے ہو۔ اے گروہ علما کے مقدس افراد جو نماز جمعہ کی ادائگی سے مانع ہوتے ہو کاش ان صریح ترین الفاظ سے ڈرو، لوگوں کو نماز کی طرف رغبت دلاؤ اور تارکین جمعہ کو ڈراؤ، دھمکاؤ - اور بمصداق ارشاد سرورکائنات (جو شخص سنت مردہ کو یعنی طریقہ متروک کو زندہ کریگا تو شہیدوں کا ثواب پاوے گا) سو شہیدونکا ثواب حاصل کرو حدیث مذکور طویل ہے بعض حصص جو بیان سے متعلق نہ تھے حذف کر دیئے گئے ہیں۔

(۷) حضرۃ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس شخص نے کئی جمعہ پے درپے ترک کر دیئے تو اُس نے اِسلام کو پس پشت ڈالدیا۔ (اشعۃ اللمعات)

(۸) حضرت جابرؓ سے مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس پر جمعہ کے روز نماز جمعہ پڑھنا فرض ہے، مگر مسافر، عورت، لڑکا، غلام اور مریض (کو معافی ہے) پس اگر کوئی لغو کلام اور تجارت میں مشغول ہو جائے تو خداوند تعالیٰ بھی اس سے اعراض فرماتا ہے اور وہ بے نیاز و محمود ہے اس باب میں احادیث کثیر ہیں، سبق حاصل کرنے کیلئے اتنی قدر

گہوارہ ہے۔ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ فتویٰ تو احتیاط ظہر نہ پڑھنے کیلئے ہی اور بس اس سے تو صرف استدلال احتیاط ظہر کے ضروری نہ ہونے پر ہو سکتا ہے، نہ کہ جمعہ کا لزوم ہر قصبہ و گاؤں میں، بیشک صحیح ہے، مگر احتیاط ظہر کے جو لوگ قائل ہیں وہ کلکتہ اور بمبئی جیسے عظیم الشان شہر میں تھوڑے ہی قائل ہیں احتیاط ظہر کا حکم تو ایسے جیسے گاؤں میں ہی دیا جاتا ہے (کیونکہ شہریت مانعین جمعہ کے نزدیک وہاں ہی مشتبہ ہے) پس انھیں گاؤں کی نسبت احتیاط ظہر کی نفی علامہ موصوف کے کلام میں ہے اور جمعہ کو لازم اور ضروری سمجھ کر پڑھنے کا حکم پس کوئی اعتراض نہیں باقی رہا۔

میں افسوس کے ساتھ لکھتا ہوں کہ آج کے دور میں تو اس سے بھی زائد سخت فتوے کی ضرورت ہے، کیونکہ کل وہ زمانہ تھا کہ علامہ کمال کی بہترین عمر کا زائد حصہ ان دلائل کی چھان بین میں ختم ہوا تھا کہ جن سے جمعہ کی فرضیت قطعی طور سے ثابت ہوتی ہے اور آج وہ زمانہ ہے کہ ہمارے علماء ہی اس کے خلاف دلائل کی چھان بین میں مصروف ہیں۔ کل وہ وقت تھا کہ جب شرف الدین بن شحنہ اپنے واسطے باعث نازش و غرور تصور کرتے تھے اس بات کے لکھنے کو کہ جمعہ فرض ہے اور ایک مستقل فرض ہے اور ظہر سے بھی زائد اس کی تاکید وارد ہوئی ہے اور نماز جمعہ کا بدلہ کوئی نماز نہیں ہے۔ لیکن آج وہ دن ہے کہ محقق ابن شحنہ کی روح بھی قبر میں

الجمعة وھو الاحتیاط فی زماننا واما من لا یخاف علیہ مفسدة فالاولی ان تکون فی بیتہ خفیة

کہ لوگ جمعہ کے فرض ہونیکا کہیں یقین نہ کرلیں۔ اور مقتضی احتیاط ہمارے زمانہ میں یہی ہے لیکن جس شخص پر اس مفسدہ کا خوف نہ ہو اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ گھر میں چھپکر احتیاط ظہر ادا کرے تاکہ اُس کے اس فعل سے دوسرے فرضیت جمعہ پر

دیکھا آپ نے کنزالدقائق جیسی کتاب کا شارح، بحرالرائق جیسی ضخیم کتاب کا مؤلف اور دسویں صدی کا زبردست علامہ اپنی کتاب میں کون سے الفاظ نقل کرتا ہے۔ درمختار اور شامی میں اور ان کی جیسی بیسیوں کتابوں میں اُس کا یہ قول کس شان واہتمام سے نقل کیا جاتا ہے، اصل عبارت کے مقابلہ میں ترجمہ ہے، مگر لفظی نہیں کہ مطلب خبط ہو جائے۔ بس حیرت کی نگاہ سے دیکھنے کیلئے چند جملوں پر لکیریں بنا دی ہیں اس فتوے کو پڑھو کہ وہ اس لئے فتویٰ دے رہے ہیں کہ کہیں جمعہ کی عدم فرضیت کے لوگ قائل نہ ہوجائیں اور اس دور کے علماء کے فتاوے پڑھو کہ وہ اس لئے فتوی دے رہے ہیں کہ جمعہ کی فرضیت کا خبط لوگوں کے دماغوں سے نکل جاوے (العیاذ باللہ) وہ لکھتا ہے کہ ہمارے زمانہ (یعنے دسویں صدی میں) ایسا ہی فتویٰ دینا احتیاط کی بات ہے اور ہمارے علماء اس بات پر مصر ہیں کہ نہیں آجکل احتیاط اُس کے خلاف فتویٰ دینے میں ہے، کیونکہ غریب علامہ زین العابدین کا دور تو جہالت کا دور تھا اور ہمارا زمانہ علم و دانش کا

اجماعِ امت اور فرضیت جمعہ

امت اسلامیہ نے اسی پر اکتفا نہیں کی کہ جمعہ کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہے اور یہ کافی ہے، احادیث صحیحہ میں مذکور ہے اور یہ دائمی ہے بلکہ اتمام حجت کیلئے اور پیدا ہونے والے اعتراض کو دفع کرنے کیلئے، جمعہ کی فرضیت پر اجماع کر دیا۔ اور فیصلہ کر دیا کہ جمعہ کی فرضیت کا منکر کافر ہے، اور ہمیشہ ترک کرنیوالا فاسق ہے،

علاوہ بریں سینکڑوں احادیث خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے محض تحریض اور زجر میں مروی ہیں۔ طوالت کے لحاظ سے زائد نہیں مگر حسب ضرورت چند نمبر پیچھے نقل کر چکا ہوں اور وہ کافی سے زائد ہیں

جمعہ کی فرضیت ادلۂ ثلاثہ سے

دلائل شرعیہ چار ہیں، قرآن مجید، احادیث، اجماع امت، اور قیاس مجتہد۔ بحمد اللہ جمعہ کی فرضیت قرآن مجید سے بھی واضح ہے اور احادیث میں بھی مذکور ہے۔ اور امت نے بھی اس کے فرض ہونے پر اجماع منعقد کر دیا ہے اب کیا چاہئیے پس جو منکر ہے اس کی فرضیت کا وہ منکر ہے قرآن کا، وہ منکر ہے ارشاداتِ رسالت پناہ کا اور وہ منکر ہے امت کے اربابِ حل وعقد کے اجتماعی فیصلوں کا۔ اور ان ادلہ مذکورہ سے ثابت شدہ حکم کا انکار کرنے والا مسلمان نہیں رہتا بلکہ مرتد ہو جاتا ہے اور ہمیشہ کا تارک فاسق ہوتا ہے۔ ہلکا جان کر ترک کرنیوالا

لرزہ بر اندام ہوگی اور کہنی ہوگی کہ جن کے ہم سلف تھے وہ ہمارے ناخلف نکلے
اچھا ان دلائل اور تذکروں کو چھوڑو، کیونکہ قرآن میں خود فرضیتِ جمعہ کیلئے
حسبِ ذیل الفاظ موجود ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ط قرآن مجید پارہ ۲۸ رکوع ۱۲

اے ایمان والو جب نماز (جمعہ) کیلئے جمعہ کے دن اذان دیجائے تو ذکر خدا کے واسطے (خطبہ سننے اور نماز پڑھنے کیلئے) دوڑو، اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھ سکو۔

یہاں سے یہ بات اچھی طرح یاد کرلو کہ فرضیت نماز کی صرف ابتداء اگر زید
عمرو بکر و خالد ہی پر منحصر نہیں ہے، قریہ و دیہات، شہر و گاؤں کے لئے
حکم مخصوص نہیں ہے، لونڈی و غلام، آقا و ملازم کی خصوصیت بیان نہیں ہوئی ہے
شیخ و شاب، عورت و مرد، نوجوان و بچہ غرضکہ انسانیت کا کوئی فرد
بھی بری نہیں ہے جنگلوں کے بدوی باشندے اور شہروں کے امن پسند
امراء سب شامل ہیں، یہ کیوں محض اس لئے کہ حکم ایمان والوں کو دیا جاتا ہے
مگر ہر عام حکم کے لئے استثناء کا ہونا بھی ضروری ہے، ورنہ پھر امان
ہی اٹھ جائے پس اسی استثناء کا نام فقہ کی زبان میں شرط ہے، جس کا
ذکر انشاء اللہ موقع سے آئیگا۔ L2291

یہود کو اور اتوار کا نصاریٰ کو ملا تھا، تاکہ عبادت کریں، اُس روز کے ممنوعات سے بچیں، مگر نصاریٰ اور علی الخصوص یہود نے ہفتہ کے دن کی عظمت کھو دی تھی، علی الاعلان شکار کرتے تھے، دن بھر بیوپار کرتے تھے اور عبادت الٰہی میں سستی کرتے تھے اسواسطے قرآن میں ان کے ایک فریق کو کہا گیا کُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِینَ ہو جاؤ ذلیل بندر۔ پس جب مسلمانوں کو اجتماعی عبادت کا حکم ہوا اور جمعہ کا دن اُن کے لئے مقرر کیا گیا تو خاص طور سے آگاہ کیا گیا کہ دیکھو یہود کا ذلیل ہونا، نصاریٰ کا گمراہ ہونا تمھارے سامنے ہی ہیں تم بھی جمعہ کو ترک کر کے عذاب الٰہی میں مبتلا نہ ہو جانا اور اسی خیال کی تاکید کرتا ہے موضح القرآن کا وہ قول جو سورہ جمعہ کے پہلے رکوع پر مکتوب ہے اور وہ یہ ہے۔

"یہود کی خرابی یہی تھی کہ دین سمجھتے بوجھتے پر دنیا کے واسطے چھوڑ دیتے تھے ایسی بات سے ہم کو منع کیا کہ جمعہ کا نقید بھی ایسا ہی ہے کہ اُس وقت دنیا کے کام میں نہ لگو" (منقول از موضح القرآن مصنفہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ دہلوی متعلق سورہ جمعہ رکوع اول آیت آخر) غرضکہ ہماری غفلت کا خیال کر کے شدید تاکید فرمائی گئی تاکہ غفلت میں آ کر بجائے فائدہ کے گھاٹے میں نہ رہیں مگر افسوس کہ آج اُن تاکیدوں کو امت نے پس پشت ڈال دیا، خدا مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائے و اللہ

مستحق ہے گناہِ شدید کا بلکہ اندیشہ ہے کفر کا۔ پس ای باشندگان پالن پور اسٹیٹ متنبہ ہو اور تیار ہو جاؤ خدا کی جھڑکیان سننے کیلیئے، ورنہ بہتر سبیل یہ ہے کہ اسٹیٹ کے ہر گاؤن مین جمعہ قائم کرو اور پچھلے گناہوں سے تائب ہو جاؤ۔ رہے دیگر شبہے کہ شہر نہین ہین گاؤن ہین قاضی اسلامی نہیں ہے تو یہ سمجھ کے پھیر ہیں، ابھی ان کی حقیقت بھی واضح ہوئی جاتی ہے اور وضوح حق کے بعد بھی جو انکار کریگا جہالت اور ضد پر اڑا رہے گا خدا اسکو معاف کرے ورنہ خوفِ کفر ہے۔

فرضیت جمعہ کی شدید تاکید اور اسکی وجہ

یہ ضروری نہین ہے کہ حضرت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام معلل بالاغراض ہوں یعنے یہ کہ ان کا سبب ہم کو بھی معلوم ہو، شارع پر یہ واجب نہین ہے کہ وہ ہر حکم کی علت اور سبب بھی بیان کرے، اگرچہ فی الواقع ہر ایک چیز کا ایک سبب ضرور ہوتا ہے۔ علماء راسخین کو پروردگار نے کچھ سمجھ دی ہے اور وہ اکثر اسباب بیان کرتے ہیں، مگر حق یہ ہے کہ ہر حکم کا ہم کو سبب تلاش کرنا ہی ضروری نہین ہے بلکہ اس کے بجالانے کی کوشش کرنا ضروری ہے تاہم جو کچھ فہم مین آتا ہے لکھا جاتا ہے۔

یہود و نصارا یہ دو قومین ایسی تھین جو اس وقت مسلمانوں کے روبرو تھین، اجتماعی عبادت اُن کے مذہب میں مقرر ہوئی تھی ہفتہ کا روز

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فعليه الجمعة إلا امرأة او مسافر او عبد او مريضا۔

واگر ایشان جمعہ خوانند ساقط شود باشد بجہت آنکہ وظیفہ یوم جمعہ است ورخصت دادہ نشد این جماعت را مگر بجہت مشقت ایشان پس تحمل آن کنند روا باشد۔ ــــــــــ

مانند مریض کہ وضو کند وآنانکہ معذور اند در ترک جماعت،

در ترک جماعت معذور اند، معذور اند در ترک جمعہ، زیرا کہ جمعہ بغیر جماعت نمی باشد پس رخصت ترک جماعت رخصت است در ترک جمعہ ۔

جو شخص ایمان لایا اللہ پر اور قیامت کے دن پر پس اس پر جمعہ فرض ہے، مگر عورتوں اور مسافر، غلام اور بیمار پر فرض نہیں ہے۔

لیکن ---

اگر یہ لوگ جمعہ ادا کریں گے تو ادا ہو جاویگا کیونکہ جمعہ کے روز کا وظیفہ نماز جمعہ ہی ہے (اور ظہر ان لوگوں کے لیئے مجبوراً ہے) اور اس جماعت کو رخصت نہیں دیگئی مگر انکی مشقت کا لحاظ کر کے (دیگر عورتوں کو سدّ فتنہ کیلئے منع کریں گے) پس اگر یہ لوگ مشقت برداشت کریں گے تو جمعہ جائز (ادا) ہوگا جیسے کہ مریض (باوجود اجازت تیمم کی) وضو کرتا ہے بوجہ تحمل کا اور جو جماعت چھوڑنے پر مجبور ہیں، جماعت کے چھوڑنے میں معذور ہیں (غالباً عورتیں مریض وغیرہ) وہ جمعہ کے ترک کرنے میں بھی معذور ہیں کیونکہ جمعہ بغیر جماعت کے نہیں ہو سکتا ہے، پس رخصت ترک جماعت کی (مثل عورتوں کے) رخصت ہے ترک جمعہ کی شرعاً۔

(۳) جمعہ کی نماز خیموں میں جنگلوں اور ویرانوں میں پڑھنا فرض نہیں، اور پڑھنے والے غالباً گنہگار ہوں گے، کیونکہ وہاں جماعت پڑھنا ہی فرض ہے ۔ ط

اعلم بالحق والصواب۔

آیت کا اصلی مفہوم اوپر کی آیت کے معنے آپ نے پڑھے سرسری طور سے مطلب سمجھا اور یہ معلوم کرلیا کہ فی الحقیقت جہاں تک نفس آیت کا تعلق ہے جمعہ ہر شخص پر فرض ہے، مگر قانون میں استثنا ہونا لازمی ہوچکا ہے، اسواسطے اس آیت میں بھی چند استثنا ہوں گے اور ان سب کو نکال دینے کے بعد جو مفہوم باقی رہے گا وہی آیت کا اصلی مفہوم ہوگا، جو مقامات یا جو اشخاص مستثنیٰ ہیں وہ نمبروار ذیل میں مذکور ہیں

(۱) جمعہ کی نماز، عورتوں، بچوں، غلاموں اور بیماروں پر فرض نہیں ہے کیونکہ ارشاد فرمایا حضرۃ سرورکائنات صلی اللہ علیہ التحیۃ والسلام نے

کہ الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم فی جماعۃ الا اربعۃ عبد مملوک او امرأۃ او صبی او مریض ؛	نماز جمعہ حق (پروردگار ہے) ہر مسلمان پر باجماعت مگر غلام۔ عورت، بچے اور بیمار پر واجب نہیں ہے۔ (ابوداؤد عن طارق بن شہاب)

اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی موطا کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ،

و بر مسافر و عورت و عبد مملوک و مریض جمعہ لازم نیست، بحدیث	اور مسافر اور عورتوں اور غلام اور مریض پر جمعہ لازم نہیں ہے۔ بوجہ دارقطنی کی روایت کے

اب رہا یہ امر کہ آنحضرت نے جو ارشاد فرمایا ہے الجمعۃ واجبۃ علی کل قریۃ یعنے ہر قریہ والوں پر جمعہ فرض ہے تو اسکی شکل یہ ہے کہ وہ لوگ قریب کے شہروں مین جاکر ادا کرین ورنہ گنہگار رہونگے بشرطیکہ شہر زائد دور نہو کہ رات تک مکان واپس نہ آجانا مشکل ہو کیونکہ ایسی صورت مین اپنے مقام پر ظہر پڑھنا ہی فرض ہے، حدیث میں ہے کہ:۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا هل عسی احدکم ان يتخذ الصبة من الغنم علی راس ميل او ميلين فيتعذر عليه الكلأ فيرتفع ثم تجیٔ الجمعة فلا يجيئ ولا يشهدها ثلاثا حتی يطبع علی قلبه ؎

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سنو تم مین سے کوئی بکریوں کا ریوڑ ایک میل یا دو میل کے فاصلہ پر رکھے اور چارہ کی ضرورت سے ایک میل یا دو میل چلا جاوے پھر جمعہ کا روز آوے اور وہ نماز جمعہ مین شامل نہ ہووے تین مرتبہ اسی طرح جمعہ کو اپنے سے دور کر دیا تو اوسکے دل پر مہر لگائی جاوے گی

....

....

پس اس قدر گفتگو کے بعد یہ امر ذہن نشین ہوا کہ جمعہ کی نماز جنگل ور خیمہ مین (بدوی) باشندے خیمہ گاڑ گاڑ کر جنگلوں مین رہا کرتے تھے، اور آج یہاں تو کل وہاں وہ مراد ہیں ہندوستان میں نٹ اور بنجارہ آدی

ذیل کی چند دلیلوں سے ثابت ہے کہ ان مقامات پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

(۱) سرور کائنات کے عہد میں جنگل میں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔

(۲) عرفات میں رسول خدا کے ساتھ کثیر مجمع اہل مکہ کا موجود تھا، لیکن آپ نے اُن لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ اگر کوئی کہے کہ یہ سفر کی وجہ سے تھا تو غلط ہوگا، مسافرت کا حکم رسول خدا اور اہل مدینہ پر صادق آتا تھا نہ کہ اہل مکہ پر، علاوہ ازیں مسافر کو ظہر اور جمعہ کے درمیان اختیار ہے کہ جسکو چاہے پڑھے، پس لامحالہ یہ کہنا پڑیگا کہ جمعہ عرفات میں یوں نہیں پڑھا گیا کہ لوگ جنگل میں تھے، شاہ صاحب مصفیٰ میں فرماتے ہیں کہ

وسفر در حق آنحضرت صلعم و اہل مدینہ می تواند شد در حق اہل مکہ علت نمی تواند شد، الا بودن ایشان در صحرا۔

اور سفر کا حکم مقرر کرنا آنحضرت اور اہل مدینہ کے حق میں ممکن ہے لیکن مکہ والوں کے حق میں سفر علت نہیں ہو سکتی ہے۔ البتہ اُن لوگوں کا جنگل میں ہونا جمعہ نہ پڑھنے کا سبب ہو سکتا ہے۔

(۳) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے اہل بادیہ کو جمعہ کے پہلے جمعہ کے روز اُن کے مقامات پر واپس چلے جانیکا اذن یا حکم دیا تھا۔ پس اگر اُن لوگوں پر جمعہ فرض ہوتا تو اُن کو نماز جمعہ پڑھے بغیر واپسی کا اذن حضرة خلیفہ نہ دیتے۔

(۴) اور بھی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جنگل و خیمہ اور دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے،

اور یہی صاحب بنایہ نے ان کے مذہب کی تشریح یوں کی ہے :۔

فانہ لایشترط المصر بل یجوز فی کل موضع اقامہ سکنۃ اربعون رجلا ۱ھ ا ر ۱ +	کیونکہ وہ مصر کو جمعہ کیلئے شرط نہیں کرتے بلکہ ہر اُس مقام پر جمعہ جائز سمجھتے ہیں کہ جہاں سکونت اختیار کرتے ہوں چالیس آزاد آدمی ۔

اور امام شافعی کا اس بارہ میں استدلال وہ حدیث ہے کہ جس کو بیہقی نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے ،

انہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع بالمدینۃ وکانوا اربعین رجلا +	رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جمعہ پڑھا اور وہ چالیس آدمی صرف تھے ۔

اور میں کہتا ہوں کہ نماز جمعہ کے فرض ہونے کیلئے چالیس نفوس کا لزوم کرنا درست نہیں ہے ، کیونکہ دوسرے جمعوں میں کثیر مجمع ہوتا تھا ، یہ شاید ابتدائی حالت ہوگی چنانچہ غزالیٔ ہند حضرۃ شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ :۔

و این روایت دلالت بر اقلیت این جمع می کند و حال چنان بود زیرا کہ جمعات آنحضرت و اصحاب و ہلم جرًا بیشتر مے بودند از اربعین بدرجات بسیار +	اور یہ حدیث اس مجمع کی قلت پر دلالت کرتی ہے اور دراصل معاملہ بھی ایسا ہی تھا کیونکہ حضور کے اور صحابہؓ تابعین وغیرہم کے زمانہ میں جمعہ کے مصلی چالیس سے زائد ہی ہوتے تھے ۔ یعنے کئی گنا زیادہ ہوتے تھے ۔

تک رہتے ہیں ۔) اور ویران آبادیوں میں نہ پڑھی جائے گی ۔ اور اس کے علاوہ ہر جگہ پڑھی جائے گی، تاہم ہم یہاں پر کتب فقہ کے مطابق بحث کرتے ہیں

نماز جمعہ کہاں پڑھی جاوے اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ و مالکؒ و شافعیؒ و حنبلؒ سب باہم مختلف ہیں اور ہر ایک کیلئے کلام شیر و مذہب ہی دلیل ہے چنانچہ ہر ایک کی رائے حسب ذیل ہے ۔

(۱) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آبادی کے کبیر و صغیر ہونے کی قید نہیں ہے ، البتہ آبادی کا ہونا ان کے نزدیک بھی شرط ہے ، لیکن اس میں اگر صرف چالیس آزاد مرد رہتے ہوں تو وہ بھی اقامتِ جمعہ کا محل ہوگا اور جمعہ پڑھنا اس مقام پر فرض ہوگا ، جیساکہ امام غزالیؒ شافعی اپنی کتاب "احیاء علوم الدین" میں شروط جمعہ کے بیان میں صفحہ ۱۶۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ،

الثانی المکان فلا تصح فی الصحاری والبراری و بین الخیام بل لا ابد من بقعۃ جامعۃ لابنیۃ لاتنقل یجمع اربعین ممن تلزمھم الجمعۃ والقریۃ فیہ کالبلد ۔	نماز جمعہ کیلئے دوسری شرط مکان ہے کیونکہ جمعہ جنگلوں ، ویرانوں اور خیموں میں پڑھنا صحیح نہیں ہے ، بلکہ اس کے لئے ایسی جگہ کی ضرورت ہے کہ اس میں عمارت غیر منقولہ ہو تاکہ اس میں وہ چالیس آدمی کہ جن پر جمعہ فرض ہے جمع ہوسکیں اور اس معاملہ میں گاؤں اور شہر مساوی ہیں ۔

قال مالک رحمۃ اللہ علیہ تقام باقل من اربعین	امام مالک نے فرمایا کہ نماز جمعہ قائم کیجائیگی اس مقام پر بھی کہ جہان چالیس آزاد مردون سے کم بستے ہون گی-۱۲

اور امام مالک کا اس بارہ مین استدلال غالباً اُس حدیث سی ہے کہ جسکو حدیث انفضاض کہتے ہین اور اس کا قصہ ذیل میں مذکور ہے، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حاشیہ فتح الرحمن مین آیہ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا پر تحریر فرماتے ہیں،

مترجم گوید کہ این آیت عتاب است بر اصحاب و اشارت است بآن قصہ کہ کاروانے از شام آمد در اثنار خطبہ، ایشان آنرا دیدہ متفرق شدند و در خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماندند مگر دوازدہ شخص کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ از انجملہ بودند۔	شاہ صاحب فرماتے ہین کہ یہ آیت اصحاب رسول پر عتاب ہے اور اشارہ ہے اُس قصہ کے متعلق کہ ملک شام سے خطبہ جمعہ کے متعلق کہ ملک شام سی خطبہ جمعہ کے درمیان ایک قافلہ آیا، وہ لوگ اس کو دیکھکر خرید کیلیے مسجد سے متفرق ہوگئے اور آنحضرت علیہ السلام کی خدمت مین صرف بارہ آدمی مسجد مین باقی رہے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما انھین بارہ آدمیون مین تھے

مگر ظاہر ہے کہ اس قصہ سے استدلال کیسے درست ہوگا۔ البتہ زائد سے زائد جو ثابت ہوگا وہ یہ ہے کہ اگر کسی مقام پر جمعہ صرف بارہ آدمی پڑھین تو ان کا جمعہ صحیح ہو جائیگا اور باقی لوگ ترک جمعہ کی سبب سے گنہگار ہون گے لیکن جہان چالیس سے کم نفوس آباد ہون، وہان یہ جمعہ

اور اس کے علاوہ دوسرا اعتراض صریح اس رائے پر پڑتا ہے کہ جب مدینہ مین غلہ کی قلت تھی اور عین خطبہ کے قریب شہر مین بنجارا آیا تو لوگ خرید و فروخت کیلئے مسجد سے اٹھکر چلے گئے اور رسول خدا کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہگئے تھے، پس لزوم چالیس انسانون کا باقی نہین رہا۔ یہان یہ کہنا کہ تعداد چالیس باقی رہی ہوگی کیونکہ لوگ آتے جاتے تھے صحیح نہین ہے اس وجہ سے کہ یہ لوگ خرید سامان کیلئے گئے تھے جسمین یقیناً دیر لگتی ہے اور خطبۂ رسول مختصر ہوتا تھا پس خطبہ تو درکنار آخر نماز تک بھی بارہ ہی آدمی باقی رہے ہوں گے۔ علاوہ برین لوگون کا اس طرح جانا اور آنا کہ چالیس کی تعداد فوت نہ ہو جیسا کہ شافعیہ بیان کرتے ہیں کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ حدیث رسول سے اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ پس لزوم اور قید چالیس کی باطل ہوگئی اور صحیح یہ ہوا کہ گنتی کی کوئی قید وجوب جمعہ مین ضروری نہین ہے، عام اس سے کہ چالیس ہون یا زائد یا صرف بارہ ہی آدمی ہون۔ بہرنوع امام شافعیؒ کی یہ رائے ہے اور یہی مذہب تقریباً امام احمد بن حنبلؒ کا بھی ہے۔

(۳) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز فرض ہے، چالیس سے کم بھی جہان رہتے ہون جیسا کہ صاحب ہدایہ نے ان کا مذہب نقل کیا ہے۔ کہ

جیسا کہ لکھا ہے، کہ

وقال النووی حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متفق علیٰ ضعفہ ۔	اور نووی نے کہا کہ اب تو گویا کہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے

مین کہتا ہون کہ حدیث علی رض بروایت عبد الرزاق بسبب اُس کے راویو نکے ضعیف ہے، لیکن دوسری روایتون کی وجہ سے قوی ہے، کیو نکہ انھین الفاظ کو رواۃ عبد الرزاق کے علاوہ حجاج نخعی نے اور جریر نے منصور سے روایت کیا ہے اور ان راویون پر کوئی اعتراض نہین ہے اور اصول حدیث کے مطابق ہے، بسا ایسا ہوتا ہے کہ ایک حدیث کو وہ لوگ روایت کرتے ہین کہ جن پر کسی نہ کسی طرح کا اعتراض کتب رجال مین درج ہے، لیکن دوسرے ثقہ راویون کی روایت کی بنا پر وہ قول قابل حجت ہو جاتا ہے پس اگرچہ سلسلہ رواۃ عبد الرزاق ضعیف ہے لیکن دیگر سلسلے رواۃ کے جو اسی حدیث کو روایت کرنے والے ہین وہ ثقہ و عادل ہین، اسواسطے حدیث علی رض حجت ہے، اور یہی تحریر فرمایا ہے علامہ عینی نے شرح بخاری مین۔ کہ

فکانہ لم یطلع الا اثر الذی فیہ الحجاج ولم یطلع علی	پس گویا کہ علامہ نووی شافعی کو اُس روایت کی خبر نہین ہوئی کہ جس کو حجاج نے روایت کیا ہے

فرض ہو، تو اس قصہ سے ایسا کچھ ثابت نہیں ہوتا ہے!

شاہ صاحب مؤطا کی شرح میں لکھتے ہیں کہ،

پس ظاہر آنست کہ در دیہی اگر دون اربعین جمعہ خوانند نماز ایشان صحیح باشد و متخلفان آثم شوند۔

پس (اس قصہ مذکورہ) سے ظاہر یہ (امر) ہے کہ اگر کسی دیہات میں چالیس سے کم آدمی جمعہ پڑھیں تو نماز ان لوگوں کی صحیح ہوگی اور نماز میں نہ شریک ہونیوالے گنہگار ہونگے

(۳) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کے لئے مصر شرط ہی، غیر مصر میں جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے، اور اُن کی دلیل حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا وہ مرفوع قول ہے، کہ جس کو عبد الرزاق نے سند صحیح سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور ابن ابی شیبہ نے حجاج نخعی سے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ عینی شرح بخاری میں ہے،

ثم استدل ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ بما رواہ عبد الرزاق عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع۔

استدلال کیا امام ابوحنیفہ نے کہ جسکو عبد الرزاق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جمعہ و عیدین نہیں واجب ہیں مگر مصر جامع میں۔

اس پر علامہ نووی شافعی شارح مسلم شریف نے یوں اعتراض کیا ہی کہ حضرت علی کی اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہو چکا ہی،

نماز جمعہ کی شرائط پچھلے صفحات میں ہم نے تحریر کیا ہے کہ ہر عام حکم میں چند استثنا بھی ہوتے ہیں اور انھیں کو فقہ کی زبان میں شرط کہتے ہیں، عام طور سے فقہا نماز جمعہ کے لیے دو قسم کی شرطیں بیان کرتے ہیں۔

پہلی قسم۔ وہ شرائط ہیں کہ جس شخص میں پورے طور پر موجود ہوں اُسپر جمعہ کی نماز ادا کرنا لامحالہ ضروری ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان شرائط میں سے چند مفقود ہو جاویں تو جمعہ کی فرضیت اُس کے اوپر سے ساقط ہو جاوے۔ اگر جمعہ ادا کرنے سے ادا ہو جایا کرتی ہے۔ شریعت نے مختلف قسم کی رخصتیں امت مرحومہ کو عطا فرمائی ہیں، مثلاً مسافر کے لیے تو پہلی ہی یعنے جو کوئی باوجود شرعی انداز میں مسافر ہونے کے بھی اس رخصت فائدہ نہ حاصل نہ کرے تو وہ کفران نعمت کے عظیم جرم میں ماخوذ ہوگا اور گناہ کا مستوجب ہوگا۔ لیکن مسافر کیلیے روزۂ رمضان کا افطار یا جمعہ و اعیاد کی ادائیگی وغیرہ تو یہ شرعاً معاف تو ضرور ہیں، لیکن اگر وہ باوجود اس معافی کے ادا کرے تو فرض ہی ادا ہوگا۔ پس یہاں رخصت بایں معنے ہے کہ سہولیت پیدا ہو، لیکن اگر باوجود سفر کی رخصتوں کے کسی کو سہولیت ہے تو خواہ نخواہ اُس کو رخصت سے فائدہ حاصل کرنا کچھ ضروری نہیں، اگر پایا

طریق جریر عن منصور فانہ سند صحیح ولو اطلع لم یقل بما قال۔

اور نہ وہ جریر عن منصور کی سند سے واقف ہوسکے کیونکہ یہ سند صحیح ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس سے واقف ہوتے تو حدیث علی رض پر ضعیف ہونیکا اعتراض نہ کرتے۔

پس یہان سے یہ امر متحقق ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز جمعہ مصر ہی مین فرض ہے اور ماورا مین فرض نہین ہے اور اس کی تائید کرتا ہے وہ قول جسکو فقہا ر متاخرین نے اپنی کتابون مین نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام نے جب ممالک فتح کیے اور وہان شعائر اسلامی کو زندہ کرنے کے لیئے ممبر اور مسجدین تعمیر ہوئین تو اسوقت جمعہ کی اجازت صرف شہرون مین دی گئی پس یہ واقعات اس امر پر دلالت کرتے ہین کہ انھون نے سرور کائنات صلعم سے ایسا ہی سنا ہوگا اور اس مطلب کی کوئی نہ کوئی حدیث ضرور ہے جس نے جمعہ کی فرضیت کو خاص جگہ یعنے مصر مین مخصوص اور منحصر کر دیا ہے اور وہ حدیث یہی ہے کہ جسکو عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے حضرۃ علی رض سے روایت کیا ہے لیکن ہنوز یہ امر بحث طلب ہے کہ مصر کیا چیز ہے اس لئے ہم ذیل مین شرائط جمعہ سے بالتفصیل بحث کرین گے، تاکہ حقیقت امر ظاہر ہوجاوے اور مانعین جمعہ کی پیدا کردہ غلط فہمیان دور ہو جائین۔

دوسری قسم، وہ شرائط ہیں کہ جن کی موجودگی کے بغیر جمعہ کی نماز ادا کرنا بالکل درست نہیں ہے، بلکہ ظہر کی نماز پڑھنا ازحد ضروری ہے چونکہ اہم ترین مباحث کا تعلق انہیں شرائط سے ہے اس لئے ہم ایسے تمام شرائط سے بحث کرنیکی کوشش کرتے ہیں، باتفاق فقہاء کرام یہ شرائط (۶) ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) پہلی شرط مصر یعنے شہر ہے، اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ فقہاء حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے ادا کرنے کے لئے شہر ضروری چیز ہے، یعنے بقول ان کے دیہاتوں میں جمعہ ادا کرنا درست نہیں ہے مگر شہر کس کو کہتے ہیں؟ پہلے فقہاء کی زبانی سنئیے اور اس کے بعد ہماری گذارشات پر توجہ کیجئے، جو تعریفیں شہر کی توجہ کے قابل ہیں وہ سب سلسلہ وار حسب ذیل ہیں، ورنہ یوں تو شہر کی تعریفات تو اب پچاس سے بھی متجاوز ہو چکی ہیں مگر اُن کا نچوڑ یہاں درج ہے۔

تعریفات شہر

(۱) پہلی تعریف ظاہر مذہب کی روایت کی بناء پر شہر اُس جگہ کو کہتے ہیں کہ جہاں پر بادشاہ اسلامی مقیم ہو اور قاضی ہو، جو احکام شرعی جاری کرتے ہوں اور جرم کرنے والوں، چوروں، زانیوں، شرابیوں اور بدمستوں کی

تو مستفید ہوسکتا ہے، لیکن عدم رخصت اُس وقت پسندیدہ ہے،
پس جمعہ کی وہ شرائط جن کا اسوقت مذکور ہے ایسی ہی ہین، جو
مسائل پر مطلع ہے سمجھتا ہے، مگر یہان تو شرائط سے روشناس
کرنا ہے اور وہ یہ ہین، بیمار نہ ہونا یعنے صحیح و تندرست ہونا۔ غلام نہ ہونا
یعنے آزاد ہونا (آجکل پوری دنیا مین غلامی مفقود ہے کیونکہ دعویداران
تہذیب و تمدن نے غلامی کو جرم قرار دیدیا ہے اب رہے ملازمین
تو وہ شرعی قواعد سے صدودِ غلامی سے باہر ہین) مسافر نہ ہونا
یعنے مقیم ہونا۔ عورت نہ ہونا یعنے مرد ہونا۔ کیونکہ عورتونکا حضور
جماعت دوسری نمازون مین بھی سدِ فتنہ کیلئے ممنوع ہے
پس جمعہ مین ممانعت اولیٰ تر ہے اور اس دور مین تو بوڑھی
پھونس مستورات کا حضور بھی ممنوع ہے کیونکہ فسق و فجور عام
اور شائع تر ہے۔ عاقل اور بالغ ہونا۔ کیونکہ بچے جو نابالغ ہون
اصولاً مکلف ہی نہین ہین پھر وجوب کے کیا معنے؟ اور یہی حکم
مجانین کا ہے کہ وہ بھی احکام شرع کے مخاطب نہین ہین۔
اندھا اور لنگڑا نہ ہونا۔ یعنے پاؤن اور آنکھین درست ہونا لازمی
ہین۔ کچھ تفصیل اس بیان کی دلائل حدیث کے ساتھ پیچھے بھی گذر
چکی ہے۔

جو شرعاً مقرر ہین ابھی کل کی بات ہے کہ ہٹا لی گئی ہین، اور حرامی اولاد کی پرورش کی ذمہ داری لینے کا قانون پاس ہو چکا ہے، یعنے پرورش کی ذمہ داریان لیکر زانیون سے درگذرا جاتا ہے، اور ایسی ہی خرابیان سب ریاستون کی سمجھ لو۔ اندرونی حالات جاننے والون سے پوشیدہ نہین ہین اور یہ شستیان ایسی ہین کہ جن کو فقہانے بہت پہلے ہی تاڑ لیا تھا اور اس تعریف کی بہت سی توجیہین کر چکے ہین۔ اب رہے وہ حکمران کہ جو بیرون ہند مین برائے نام موجود ہین، ان کی حالت کسی سے پوشیدہ نہین، کیونکہ یورپ زدگی نے اُن کو عقوبات شرعیہ کے جاری کرنیکے قابل نہین رکھا ہے۔ بہرنوع اگرچہ وہ کیسی ہی ہون اُن کی وجہ سے ہندوستان پر کچھ اثر نہ پڑیگا۔ اور آخری بات یہ ہو گی کہ اس تعریف کی بنا پر ہندوستان کے طول وعرض مین جمعہ پڑھنا گناہ کا موجب ہو گا اور ظہر پڑھنا ضروری ہو گا اور یہ ایسی بات ہے کہ اس کا قائل ناقص العقل اور مجنون بھی قائل نہ ہو گا چہ جائیکہ عالم وفاضل۔

بہرحال اسمٰعیل نابلسی نے دُرر کی شرح مین یہی بات محسوس کی ہے اور اس کے بعد لکھتے ہین کہ:

"جرمون کی سزا دینے کا مطلب یہ نہین ہے کہ فی الواقع سزا دی بھی جائے کیونکہ بلا ریب جمعہ ظالم ترین انسان حجاج بن یوسف کے زمانہ مین

بدستیون کی سزا دیتے ہون -
حضرت امام ابو یوسفؒ اور کرخیؒ کا یہی مسلک تھا - اور امام محمدؒ
نے بھی صاحب مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت
کی ہے ، ہدایہ میں (؟) اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے اور غنیۃ المصلی
کی شرح میں اسی کو صحیح بتایا گیا ہے - لیکن اس روایت کی
بنا پر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ افغانستان
مصر ، حجاز ، بغداد ، قاہرہ اور انگورہ ، بلکہ دنیائے اسلام کے
کسی حصے میں آج جمعہ فرض نہیں ہے بلکہ ظہر ہی کی نماز ادا کرنا
واجب ہے - شبہ کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کی بعض مسلم
ریاستوں میں مثلاً ٹونک وغیرہ کے عدالات شرعیہ کا فیصلہ
مفتی اسلامی کے سپرد ہے - اور سزائیں شرعی جاری ہیں
کیونکہ مقدمات اشخاص چلتے ہیں تو عقوبات شرعیہ کے نفاذ میں سستی
ہوتی ہے ، امراء اور خود رئیس ٹونک کے حالات کسی سے پوشیدہ نہیں
ہیں - مثلاً وہ ہیں ایسی سمجھ آتا ہے کہ بادشاہ سے مراد وہ بادشاہ ہے
جو خود ہی کوئی والی یا راج وصول کرتے ، الا نہ ہو - اور یہاں انگریز یا
خود وہاں جو وصول کرتے ہیں ، پھر یہاں علی الاعلان قانون شرعیہ
چلنے کیلئے انگریزی قانون ان کی جگہ پر نافذ کیے جا دیں یا حدود زنا

بیان ہوتی رہیں اور جدا جدا تشریحیں لکھی جاتی رہیں۔ مگر ظاہر ہے
کہ کوئی کہاں تک ان الفاظ کے معنے بدلے گا، بالآخر چند ایسے
لوگ آگئے جنھوں نے اس تعریف کو بالکل بیکار سمجھ لیا۔ چونکہ اب اس
تعریف سے کوئی کام نہیں نکلتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تعریف کوئی
قرآن نے تو بیان نہ کی تھی۔ حدیث میں تو مذکور نہ ہوئی تھی، کسی صحابی
سے منقول نہ ہوئی تھی جو اُس کی مخالفت کوئی کفر کی بات ہوتی
اس لیئے ایک دوسری تعریف کیگئی جو آگے آتی ہے، لیکن آج بھی
چند علما ایسے موجود ہیں جو ظاہر مذہب کی روایتوں سے سر مو تجاوز
کرنا گمراہی اور ضلالت کا سبب جانتے ہیں، چاہے اُس پر عمل
کرنے کرتے گمراہی کے غار میں جا گریں! ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ظاہر
مذہب پر بہ نسبت دوسری روایتوں کے عمل کرنا ہر مسئلہ میں اولیٰ
ہے اور جہاں تک کوئی مسئلہ اس میں ملے متون و شروح
ناقابل التفات ہیں، مگر یہ اسی وقت تک ہے کہ جب تک اس پر
عمل ممکن ہو، یعنے اس پر عمل کرکے کوئی شرعی خرابی پیدا نہ ہو جائے
اور جہاں اُسکی بیان کردہ روایت پر عمل کرکے صراحتاً گنہگار رہتے ہیں
بس کہاں کی عقلمندی ہے کہ اُس پر عمل کیئے جائیں۔ خدا ہم سب کو
فہم عطا کرے۔

بھی پڑھا گیا ہے (اور اُس کے دور میں جمعہ کی عدم فرضیت اور ظہر کی فرضیت پر کسی نے بھی فتوی نہیں دیا - ۱۲ رفعت اللہ) بلکہ مطلب یہ ہے کہ سزا دینے کی قدرت ہونا چاہئیے، چاہے وہ نہ جاتی ہو اور حجاج بن یوسف کو بھی قدرت تھی گو دیتا نہ ہو"

دوسری توجیہ وہ ہے جس کو مؤلف عنایۃ نے تحریر فرمایا کہ

"حاصل کلام یہ ہے کہ بادشاہ وغیرہ کو قدرت اس بات پر ہو کہ وہ ظالم اور مظلوم کے درمیان میں انصاف کر سکتا ہو چاہے انصاف کرتا نہ ہو"

اور مصنف وقایۃ الروایۃ نے جب اس تعریف سے گریز کیا اور شہر کی دوسری تعریف کی (جس کو ہم آگے لکھیں گے) تو صدر الشریعۃ نے اُس کی تائید میں یہ چند الفاظ لکھے ہیں کہ،

"اس ظاہر مذہب کی تعریف میں خرابی یہ ہے کہ اب احکام شرع میں دن بدن سستی ہوتی جاتی ہے اور خاص کر حدود و قصاص کے قائم کرنے میں شہروں میں بہت سستی برتی جارہی ہے (اس لئے اس تعریف کی موجودگی میں کسی شہر میں بھی جمعہ جائز نہ ہوگا - ۱۲ رفعت اللہ)

بعینہٖ یہی الفاظ علامہ طحاوی کے بھی ہیں۔ پس گفتگو اس جگہ پر ختم نہیں ہوئی بلکہ ہر دور اور ہر زمانہ میں اس تعریف کی خرابیاں

بڑی مسجد کے کیا معنے ہوں گے، دو صورتیں ہیں، یا تو دیگر مساجد شہر سے وہ بڑی بظاہر ہوگی یا اُس کی کوئی مقدار ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ہر شہر شرعی میں ایسا ہونا ضروری نہیں ہے کہ کوئی مسجد دیگر مساجد سے بڑی بھی ہو۔ ممکن ہے وہ مسجدیں سب عرضاً و طولاً مساوی ہوں پس بڑی مسجد کا تحقق مشکل ہوگا اور اس تعریف پر ان شہروں میں عمل ناممکن ہوگا، باوجود اس کے کہ جمعہ وہاں فرض ہوگا۔ مگر اس تعریف کی بنا پر اس کی فرضیت باطل ہو جائے گی۔ لیکن کتب فقہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ صورت مراد نہیں ہے بلکہ لمبائی اور چوڑائی متعین کر دی گئی ہے اور مختار قول کے مطابق ۴۰ گز شرعی کی اگر لمبی مسجد ہو تو وہ سب سے بڑی مسجد شمار کی جائے گی بحساب گز انگریزی ۲۲ گز ۳ فیٹ ۶-۱ انچ مسجد کا طول ہونا ضروری ہے، لیکن پھر تشریح طلب یہ امر ہے کہ فقہاء کے بیان کے مطابق طول مسجد تو معین ہو گیا لیکن عرض مسجد ہنوز مجہول ہے (ایک صاحب نے عرض لکھا ہے تو وہ بھی طول کے مساوی جو زائد قباحت کا باعث ہے ۔۱۲)

پس لامحالہ وہ مقرر کرنا ہوگا، لیکن اگر مسجد عرضاً و طولاً مساوی مان لی جاوے تو گویا تخمینہ یہ ہوگا کہ بڑی مسجد وہ ہے

(۲) مصر کی دوسری تعریف:- مصر وہ جگہ ہے کہ جہاں کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے لوگ کہ جن پر جمعہ فرض ہے نہ سما سکیں۔ (بچے اندھے، لولے، مسافر، عورتیں وغیرہ چھوڑکر۔ ۱۲ رفعت اللہ)

یہ شہر کی دوسری تعریف ہے کہ جسکو ابتداءً غالباً مؤلف مجتبیٰ نے نقل کیا ہے۔ بلخی کا اسی پر فتویٰ ہے، علاوہ بریں ایک کثیر جماعت نے فقہاء میں سے اسی تعریف پر بھروسہ کیا ہے اور فتویٰ دیا ہے۔ ابو شجاع نے اس تعریف کے متعلق لکھا ہے کہ یہ احسن ترین تعریف ہے۔ اور ظہیر الدین محمد الرشید نے فرمایا ہے کہ یہ تعریف صحیح ہے۔ تاج الشریعۃ نے وقایہ میں یہی تعریف لکھی ہے۔ درمختار اور شامی میں اسی تعریف پر بھروسہ کیا گیا ہے۔ غرضیکہ ایک کثیر جماعت نے اس کی تائید کی ہے اور اپنے مؤلفات میں سب سے پہلے اس کو جگہ دی ہے۔ وہ حوالہ جات کوئی کہاں تک نقل کریگا۔ لیکن اعتراض سے خالی یہ تعریف بھی نہیں ہے۔ ذیل کے چند معروضات غور سے پڑھئے۔

(۱) تعریف میں بیان کیا گیا ہے کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں لوگ نہ سما سکیں۔ اس واسطے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سب سے

اثم شوند۔	نماز درست، اور شرکت کرنیوالی گنہگار ہون۔

پس یہان سے یہ امر واضح ہوگیا کہ چالیس نفوس سے کم کی آبادی مین بھی جمعہ جائز ہے اور لامحالہ جہان چالیس نمازیون سے کم ہون گے وہان صرف ایک ہی مسجد ہوگی، بیان مذکورہ کے مطابق وہان جمعہ صحیح ہوگا۔ اور تعریف مذکور کے مطابق درست نہین ہے۔ اور یہ خرابی ہے بلکہ قرآن اور حدیث پر زیادتی ہے

(۳) علاوہ برین فتاوی شیخ الاسلام مین ہے کہ،

ان القریۃ الکبیرۃ فی حکم المصر۔	بڑا گاؤن شہر شرعی کے حکم مین ہے۔

اور بڑے گاؤن کی تفسیر جلالی سے یون منقول ہے۔

وھی التی فیہ ما فوق ثلاثین بیتا۔	اور بڑا گاؤن وہ جگہ ہے کہ جہان تیس گھر سے زائد گھر ہون۔

پس معلوم ہوا کہ تیس گھر سے زائد کی آبادی حکم مین شہر شرعی کے ہے اور کم کی آبادی گاؤن اور قریہ ہے اور بڑے گاؤن مین جمعہ جائز ہے، آگے انشاء اللہ لکھون گا کہ یہ مسلک احادیث کے تقریبًا مطابق ہے۔ مگر اس تعریف کی بنا پر ایسی جگہ جمعہ جائز نہین ہے، کیونکہ یہ گز شرعی کی مربع مسجد وہان کے

کہ جس مین نوسو ۹۰۰ نمازی نماز پڑھ سکین، اور شہر شرعی وہ ہے
کہ جس مین کم از کم تین ہزار مسلمان آباد ہون کیونکہ نمازیون مین عورتین
بچے، مریض، اندھے، لولے، وغیرہ تو شامل نہ ہون گے اس لیئے
کہ ان پر جمعہ فرض ہی نہین ہے۔ پس منشا گذارش صرف اسقدر
ہے کہ جمعہ کی ایسی ضروری چیز کو تخمینی امور پر کیون معلق کیا جائے جس سے
اس کی ادائگی مین خواہ نخواہ رکاوٹ ہو۔ جبکہ ایسا کرنا شرعاً
درست بھی نہین ہے، اگر درست ہے تو ثابت ہو؟۔

(۳) لفظ سب سے بڑی مسجد سے یہ بداہتًا سمجھا جاتا ہے کہ
وہان متعدد مساجد کا ہونا لازمی ہے، تاکہ بڑائی اور چھوٹائی
مسجد کی متحقق ہو سکے، کیونکہ سب سے بڑا ہونا صفت اضافی
ہے، ناچار متعدد مساجد کا ہونا ناگزیر ہے، پس وہ مقام کہ
جہان صرف ایک ہی مسجد ہے نماز پڑھنے کے قابل ان تخمینی
امور سے قطعًا نہ ہوگی اور یہ صراحتًا باطل ہے۔ حضرة شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی مصفی مین تحریر فرماتے ہین، کہ

پس ظاہر آنست کہ در دیہی کہ
دون اربعین جمعہ خوانند نماز
ایشان صحیح باشد متخلفات

(اس قصبہ سے کہ جس مین صرف بارہ آدمی آپ کے
ساتھ جمعہ مین رہ گئے تھے ظاہر ہے کہ اگر
کسی بستی مین چالیس نفوس سے کم جمعہ پڑھین تو ان کی

آتی ہے اُن کا ذکر کون کرتا ہے؟ بلکہ رونا تو اُن بہت سی جگہوں کا
ہے کہ جہاں پر یہ تعریف صادق نہیں آتی حالانکہ اُن دیہاتوں
میں نماز جمعہ پڑھنا، قرآن سے، حدیث سے بلکہ ہر طرح سے واجب
ہے، صرف رائے فقہا سے واجب نہیں ہے، کیونکہ اُن کی رائے
اس میں وہ شہر نہیں ہیں اور اُن میں کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ اصول
یہ ہے کہ ولا بالرائے لا یثبت به شیء یعنے رائے سے
کچھ ثابت نہیں ہوتا ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ یہ تعریف صحیح
نہیں ہے، دوسری تعریف کی حاجت ہے۔
فقیر چند تعریفات ذکر کرتا ہے کہ ان میں ہر ایک تعریفات سے قطع نظر
کرو بلکہ [illegible] شامی [illegible] کو والد الملاحظ (ویمکن ادخالها فی
علی کثیر من الفوائد) پر تشبیہ کرو تو دو امر صحیح ہیں یہ ہوں گے
(۱) تعریف شہر جامع نہیں، اس صورت میں جبکہ دیہات میں
جمعہ فرض ہے کیونکہ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ تین گھر سے
زائد کی آبادی شہر شرعی کے حکم میں ہے اور یہ تعریف ایسے
تمام افراد کو حاوی نہیں ہے، پس یہ صریح خرابی ہے اس
واسطے قابل عمل نہیں ہے!
(۲) تعریف شہر مانع نہیں ہے، اُس صورت میں جبکہ دیہات

ساکنین سے پڑھ نہیں ہو سکتی ہے۔ اس واسطے بھی یہ تعریف باطل ہے۔

(۴) گو یہ تعریف مصر کی زمانِ سابق میں اکثر علماء کے نزدیک معتبر تھی اور آج بھی ایک گروہ اسی پر اڑا ہوا ہے مگر چونکہ تبدل زمانہ سے احکام میں تبدل ہو جاتا ہے چنانچہ اصول میں ہے کہ الاحکام تتبدل بتبدل الزمان (احکام زمانہ کے تبدل سے بدل جاتے ہیں) جیسا کہ عورتیں پہلے جماعت سے نماز پڑھتی تھیں مگر پھر ممنوع ہوا، اور آج کل تو بوڑھی بیوہ عورتوں کو حضور جماعت سے ممانعت کا فتویٰ دیا جاتا ہے پس تعیینی امور بدرجہ اولیٰ بدلیں گے۔ یہ نہ چاہیے کہ حرج شرعی پیدا ہو جائے۔

پس ان معروضات کے بعد گزارش یہ ہے کہ اب اس تعریف پر بھروسہ کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ علامہ شامی اس تعریف کی خوبی ذیل کے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

وهذا الصدق على كثير من القرى	یہ تعریف بہت سے دیہاتوں پر بھی صادق آجاتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جن بہت سے دیہاتوں پر یہ تعریف صادق

اور جن وجوہ سے اس تعریف کو ناقابل عمل بتایا گیا ہے اُن کو غور سے پڑھو اور سوچو۔

(۳) تیسری تعریف "مصر وہ جگہ ہے جہاں ہر پیشہ والا اسی جگہ تمام سال تک اپنے اسی پیشہ سے زندگی بسر کرے اور اُسکو دوسرے پیشے کے اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔"

یہ وہ تعریف ہے کہ جس کو برجندی نے مضمرات سے (جو فقہ کی کتاب ہے) نقل کیا ہے اور ابو المکارم نے بھی تقریباً یہی الفاظ تحریر فرمائے ہیں کہ "بعض لوگوں کے نزدیک مصر وہ جگہ ہے کہ جہاں ہر صنعت والا اپنی ہی صنعت کے ذریعہ زندگی بسر کرے"۔

واقفکار لوگ جانتے ہیں کہ مصر کی یہ تعریف بھی ہندوستان کیلئے کوئی نفع بخش نہیں ہے۔ برجندی اور صاحب مضمرات کے عہد میں اور ابو المکارم کے زمانہ میں ضرور مفید رہی ہوگی، مگر آج تو ہندوستان کی آبادی کا بیشتر حصہ محض ملازمت یا گداگری پر بسر کرتا ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں سوائے دوسرے شہروں کے اسی جگہ ممکن نہیں ہیں، صنعت وحرفت اور دیسی مصنوعات کا جو حال ہے وہ شاید علماء سے بھی پوشیدہ نہ ہوگا چہ جائیکہ اُس پر مدار معاش نظر برایں قباحت ہم کو دوسری تعریف کی ضرورت ہے کیونکہ

مین جمعہ فرض نہ ہو (جیسا کہ مانعین فرماتے ہیں) کیونکہ بقول
علامہ شامی کے یہ بہت سے دیہاتوں پر بھی صادق آتی ہے
لیکن تعریف تو ایسی ہونی چاہئے کہ جو غیر شہر کے کسی فرد پر
بھی صادق نہ آوے۔ پس تعریف مین خرابی ظاہر ہے
اس واسطے قابل عمل نہین ہے،

تعریف مین نہ جامعیت ہے (کیونکہ بہت سے شہر شرعی
جو ہمارے مسلک پر شہر شرعی ہین، اس تعریف سے
باہر ہین) اور نہ مانعیت ہے (کیونکہ بہت سے دیہات جو
مانعین کے نزدیک شہر شرعی نہین ہین وہ بھی اس تعریف
کی وجہ سے شہر شرعی بنے جاتے ہین) اور جو تعریف اس
اصول سے باہر ہو وہ تعریف کہلانے کی مستحق نہین ہے۔
بیچارے علامہ شامی سے تو اس کی مدح سرائی ان
الفاظ مین کی ہے، لیکن وہ ہی مدح سرائی برائی کا سبب
بن گئی۔ کاش کہ ہمارے علماء جو اس تعریف پر اڑے
ہوئے ہین اس کی خرابیان سمجھین اور اس کے علاوہ
دوسری تعریفون پر بھروسہ کرین، مگر وہ ایسا نہین
کرین گے بلکہ کسی منطقی موشگافی سے اسکو قابل عمل ثابت کرنے کی کوشش کرینگے

لیکن اگر دونوں میں فرق نہ ہو اور شہر سے مراد بخارا اور سمرقند کے مانند شہر ہوں تو فقہا کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا۔

وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ فیھا اسواق ؛

جمعہ فرض ادا ہوگا قصبوں میں اور بڑے گاؤں میں کہ جہاں بازار ہو۔

علاوہ اس کے حضرۃ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شرح موطا میں تحریر فرماتے ہیں کہ،

پس بدانکہ اجتماع ایشان باسم قریہ توان اطلاق نمود جمعہ واجب است صد کس باشند یا زیادہ و در بعض احادیث اقل آن پنجاہ کس مرد عاقل، بالغ، حر آمدہ۔

پس جس مجمع پر ان لوگوں کے اکٹھا ہونے سے قصبہ قریہ کا لفظ بول سکیں ان پر جمعہ واجب ہے سو آدمی ہوں یا اس سے زیادہ اور بعض احادیث میں کم تعداد ان لوگوں کی پچاس آدمی عاقل و بالغ اور آزاد کی آئی ہے۔

پس اس حدیث کی بنا پر اس تعریف کا فساد ظاہر ہے، اس لیے ناقابل عمل ہے، نہ کہ قابل عمل یعنی اندراج ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(۵) پانچویں تعریف : امام الائمہ حضرۃ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ، "شہر وہ بڑا مقام ہے کہ جس میں

اس تعریف کی موجودگی میں عرفی اور جغرافیائی شہر بھی دیہات سے بدتر اور قریات کے مماثل ثابت ہو رہے ہیں۔ گاؤں اور قصبات کو کون پوچھے گا!

(۴) چوتھی تعریف۔ عینی نے شرح ہدایہ میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ،

المصر الجامع ما یعدہ الناس مصرا عند ذکر الامصار کبخارا وسمرقند	مصر جامع وہ مقام ہے جس کو لوگ شہروں کا ذکر کرتے ہوئے شہر شمار کریں جیسے بخارا اور سمرقند۔

[illegible] امید بھی باقی رہی، کیونکہ اگر اسی تعریف پر ہم [illegible] کر لیں تو دہلی۔ کلکتہ۔ بنارس۔ بمبئی۔ لکھنؤ۔ احمد آباد۔ آگرہ، اور اسی طرح سو پچاس نام اور لے سکتے ہیں جو شہروں کے نام کے ساتھ عوام و خواص میں مشہور ہیں اور بخارا و سمرقند کے مقابلہ کے تو چند ہی ہوں گے۔

سرسری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس تعریف کی بناء عرف عام پر ہے جو صراحتاً اصول شرع کے مخالف ہے، علاوہ اس کے فقہاء کا مختلف تعبیرات شہر کی بیان کرنا بھی اسی چیز پر اشارۃً دلالت کرتا ہے کہ فقہاء بھی اس چیز کے مخالف ہیں اور قائل ہیں کہ شہر شرعی اور عرفی میں فرق ضرور ہے

پھر کہین ایسی تصریح بھی نہین ہے کہ جس سے معلوم ہو کہ امام صاحب نے رائے پلٹ دی ہے، اس تعریف کے متعلق ہمارے الفاظ وہی ہین کہ جن کو پہلی تعریف کے تحت مین ہم لکھ چکے ہین ضرورت ہو تو وہان دیکھو۔

(۶) چھٹی تعریف۔ ابن شجاع نے نوادر مین لکھا ہے، کہ "شہر وہ قریہ ہے کہ جہان دس ہزار کی آبادی ہوئے" ایسے ہی الفاظ ابوالمکارم نے بھی نقل کئے ہین ہمکے اور طائف کے بعد (قرآن مجید مین اُن کو قریہ کہا گیا ہے) یہ قریہ کا لفظ تیسری جگہ اتنی کثیر آبادی پر بولا گیا ہے، مگر یہ الفاظ ایسے عام ہین کہ جن سے چند احتمالات پیدا ہو سکتے ہین، مسلم وغیر مسلم مساوی ہون۔ یا مسلم زائد اور غیر مسلم کم یا غیر مسلم زائد اور مسلم کم ہون، یہ تینون صورتین تو قطعاً نادرست ہین۔ کیونکہ کفار مخاطب جمعہ یا دوسری عبادات کے ابتدائً ہو ہی نہین سکتے بلکہ اُن سے پہلا مطالبہ ایمان کا ہے اور جب یہ صورت ہے تو ظاہر ہے کہ دس ہزار کی آبادی سے مراد صرف مسلم آبادی ہوگی، لیکن مسلم آبادی کی صورت مین بھی غالباً بچے، عورتین، مریض، مسافرین، لونڈیان اور غلام، مجانین اور کور چشم، لولے اور

بازارین ہون اور محلے ہون -

سرسری طور سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے اپنی پہلی رائے سے رجوع کر لیا ہوگا، جب یہ دوسری تعریف اُن سے نقل کیگئی ہے، اگر ایسا ہے تو امام صاحب کی اُسی رائے پر فتوے دینے والے اور اُس تعریف کو امام صاحب کا فیصلہ کُن قول کہنے والے (مولوی نذیر حسین صاحب) لیکن خود اُس قول کے خلاف پالن پور جیسی جگہ میں جمعہ قائم کرنے والے یہان سے ظاہر مذہب والی تعریف کی خرابی محسوس کر لین، کیونکہ امام صاحب نے خود اس کی خرابی محسوس کر لی اور تعریف بدلدی ہے۔ لیکن مین کہتا ہون کہ ظاہر مذہب کی روایت مین اور اس مین کوئی فرق نہین ہے، جو شخص بھی امام صاحب کے زمانہ کے حالات سے واقف ہے اس کو ہمارے اس بیان مین کیا شک ہو سکتا ہے؟ کیونکہ اُس وقت ایسے شہر کہین شاذ و نادر ہی ہوا کرتے تھے جس مین باقاعدہ بازارین ہون اور محلے محلے الگ آباد ہون اور اگر ایسا شہر کوئی ہوتا بھی تھا تو وہ وہی شہر ہوتا تھا کہ جس مین بادشاہ خود رہتا تھا یا اُس کے قائم مقام (قاضی) رہا کرتے تھے، پس امام صاحب نے جو کچھ پہلے فرمایا تھا وہ دوبارہ بھی فرمایا، صرف الفاظ بدل دیے ہین

اہر کو روزانہ کون شمار کر سکتا ہے، لیکن اگر مطلب یہی
وہی ہے کہ جو عبارت سے معلوم ہوتا ہے تو آج کل بہت
سہولیت سے ہر روز شام کو فوتی و پیدائش کے
سے بآسانی پتہ لگ سکتا ہے، مگر غور تو کرو کہ کیا شہر
ایسی فضول باتوں پر مجبور کر سکتی ہے؟ گویا جمعہ کی نماز
ایک کھیل ہو گیا، یعنی اگر کسی روز کوئی نہ مرا یا کوئی
ہوا بس جمعہ (اس روز) وہاں فرض نہیں ہے - لیکن دوسرے
روز پیدا ہو گیا تو پھر جمعہ فرض ہو گیا! تعریف پر ایک
ہیں کہہ سکتا ہوں کہ جہاں روزانہ
پیدا ہوتے رات کھر جاتا کرتے ہوں، مگر
ہوگا؟ گویا کہ جمعہ نہ ہوا ایک کی کہانی ہو گئی،
ہے جس کو تلاش کریں، تلاش میں
لہذا اس حیلہ سے شب بیداری اور عبادت بھی ہے، مگر
جمعہ کو اس طرح تلاش کرنے سے تضییع وقت اور ثواب سے
محرومی کے علاوہ ترک جمعہ کا مواخذہ اور گناہ الگ ہے، مجھ کو
باوجود تلاش کے ان کا نام نہ معلوم ہو سکا جس کا افسوس ہے
بہر نوع ہر صورت میں یہ تعریف شرعی قباحتوں کا باعث ہے

لنگڑے وغیرہ شمار نہ کئے جائیں گے کیونکہ ان کے اوپر جمعہ فرض ہی کب ہے پس اب جو معنے اس تعریف کے ذہن نشین ہوئے وہ صورت جلالی کی تحقیقات کے صریح مخالف ہے (کہ بڑا قریہ وہ ہے کہ جہاں تین گھر سے زائد ہوں اور وہاں نماز جمعہ باذن سلطان واجب ہے) علاوہ بریں دوسری قباحتیں جو دیگر تعریفوں پر وارد ہوتی ہیں وہ یہاں بھی وارد ہیں۔ مفاہیم احادیث اور عمل سرور کائنات کے سراسر مخالف ہے شہر کی اس تعریف میں اور دوسری اضافی تعریفات میں کوئی [illegible] خدا ہی کو [illegible] معلوم ہے کہ [illegible] [illegible] مطلب ہے۔

[illegible] تعریف [illegible] کتب الفقہ سے نقل کیا [illegible] یہ جو فقہا [illegible] کے نزدیک [illegible] ہے کہ

"شہر وہ جگہ ہے کہ جہاں ہر روز ایک بچہ پیدا ہو اور ہر روز ایک آدمی مر جاوے"

بظاہر اس تعریف کا اصلی مقصد ایک بڑی آبادی ہے کیونکہ چھوٹی آبادیوں میں یہ پیدائش و اموات کا سلسلہ کہاں برابر جاری رہ سکتا ہے اور اس کے علاوہ اس

مضحکہ انگیز ہے اور نا قابل توجہ بھی! قائل کا اسم گرامی معلوم نہیں ہے ورنہ اُن کے زمانہ کی مشکلات کا بھی اندازہ ہوتا۔ گرد و پیش کے حالات کا جو اثر اس تعریف پر ہوتا وہ بھی کھل جاتا۔ مگر قرینہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کثیر العباد والے نے جان بوجھکر نام نہیں لکھا، کیونکہ گفتگو میں کچھ وزن نہیں ہے۔ بہر نوع ہماری ضروریات اس تعریف سے حل نہیں ہوتی ہیں چاہے زمانہ سابق میں یہ تعریف کیسی ہی فائدہ بخش رہی ہو۔

فی الحال آٹھ قسم کی تعریفات شہر آپ کے سامنے ہیں، قطع نظر اس کے کہ ہم نے اُن کے ذیل میں کیا لکھا ہے آپ جو سمجھے ہو اس بنا پر بتاؤ کہ ہم ہندوستان کے طول و عرض میں نماز جمعہ پڑھنے کے لئے کس تعریف پر بھروسہ کریں، جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ کیونکہ کوئی تعریف ان میں سے یہاں کے حالات کے موزون نہیں ہے۔ مجبوراً یہاں کے نامور علماء کی فرامین پر ایک نظر دوڑانا ہوگا۔ ہمارے پاس زائد کتابیں اس مطلب کے لئے نہیں ہیں مگر جو دو چار پیش نظر ہیں اُن میں سے ہم آپ کی بھی ضیافت کرتے ہیں۔ لیکن خوب یاد رکھئے کہ دورِ حاضر کے علماء نے کتابیں تالیف کرتے وقت اس اہم ضرورت کو

(۸) آٹھوین تعریف کنز العباد مین ہے کہ ایک فقیہ کے نزدیک مصر کی تعریف یہ ہے، کہ

"شہر وہ جگہ ہے کہ جہان کی مردم شماری معلوم ہی نہ ہو سکے بغیر انتہائی تکلیف اور بے پایان مشقت کے"

آج وہ دور ہے کہ ہر مشکل بات آسان ہے اور ہر دسوین برس محکمۂ اعداد و شمار کی بدولت یہ بات ہم کو معلوم ہو جاتی ہے، ہندوستان کے بڑے سے بڑے شہر کی مردم شماری کچھ مشکل نہین ہے اور یہی حال پوری دنیا کا ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ نہ تو بے پایان مشقت ہوتی ہے اور نہ بے انتہا تکلیف۔ بلکہ صرف چند منٹ کے اندر پورا ہندوستان گن لیا جاتا ہے، تو پھر کیا بمبئی اور کلکتہ مین، دہلی اور لکھنؤ مین، احمد آباد اور بنارس مین بھی حجہ فرض نہ ہوگا؟ کیونکہ ان شہرون کی مردم شماری مین بھی چند منٹ سے زیادہ نہین لگتے ہین، اور بے پایان مشقت کا تو نام بھی نہین آتا ہے۔ لیکن اگر مطلب یہ ہے کہ کوئی انفرادی حیثیت سے گنتا پھرے تو بیشک تکلیف کا باعث ہے، مگر دونون صورتون مین اس بات کا کیا وزن ہے؟ مین تو کہتا ہون کہ یہ قول اپنے ماسبق اقوال سے بھی ابد

کہ یا اللہ یہ شہر کی تعریف ہے یا کوئی معجون مرکب ہے، سرسری طور پر آپ کو ہمارے مولانا کی تعریف میں تین باتیں زائد نمایاں نظر آئیں گی،

(۱) یہ کہ گلی اور کوچے متعدد ہوں۔ اور بازار بھی ہوں، پس اس کے متعلق بہت کچھ لکھا جاچکا ہے، وہاں دیکھو۔

(۲) یہ کہ وہاں پر حاکم دبدبہ و سطوت کا ہو وغیرہ وغیرہ، پس یہ امر بھی اب کسی تشریح کا محتاج نہیں ہے، خوب لکھا جاچکا ہے،

(۳) البتہ یہ جدت مولانا کی لائق داد ہے اور وہ یہ کہ اس جگہ کا ضلع یا پرگنہ ہو [illegible] اس ضلع یا پرگنہ میں بہت سے دیہات بھی لگتے ہوں، میں آپ کی دانائی کے صدقہ ذرا ارشاد ہو کہ پرگنہ اور ضلع سے کیا مطلب ہے؟ اگر وہی مطلب ہے جو جغرافیہ کی ابتدائی کتب میں لکھا ہوا ہوتا ہے تو پورے صوبہ اجمیر میں دو چار جگہ جمعہ فرض ہوگا؟ ہم کو اتنا موقع نہیں ہے کہ ایسے فضول مباحث میں پڑیں ورنہ دو چار روز کی کاوش کے بعد ایک فہرست ایسی شائع کر دیتے کہ ہمارے مولانا کی رائے پر ہندوستان بھر میں صرف اتنے مقام پر جمعہ فرض ہے! بیچارے بھولے تو بھلا، علماء بھی خلاف ورزی نہ کرتے، لیکن اگر کوئی اور مطلب ہے تو اس کے سمجھنے سے

نظر انداز کر دیا ہے اور سابق کی ذکر کردہ تعریفات ذکر کر دی ہیں نہ اُن پر کچھ نوٹ لکھا نہ عیوب گنوائے نہ محاسن بیان کئے بلکہ محض الفاظ نقل کر دئے ہیں۔

(۹) نویں تعریف۔ حضرت قاری ثناء اللہ پانی پتی کتاب مالابد منہ فارسی میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"مصر یعنے وہ ایک شہر ہے کہ جس میں حاکم اور قاضی ہوں"۔

امید کے خلاف وہی نکلا کہ جس کو ہم نے نمبر ۱ پر لکھا ہے ظاہر مذہب کی روایت بالکل مختصر کر دی ہے ہم کو اس تعریف کے متعلق جو کچھ لکھنا تھا [illegible] دیکھو

(۱۰) دسویں تعریف۔ جناب مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظم گڈھی اپنی کتاب بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"مصر (یعنے شہر) وہ جگہ ہے کہ جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو۔ کہ اُس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو کہ اپنے دبدبہ و سطوت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ یعنے انصاف پر قدرت کافی ہو اگرچہ نا انصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو"۔

شہر کی یہ تعریف آپ پڑہیں گے تو حیران و ششدر رہجائینگے۔

پس ہر جمعے کہ بر اجتماع ایشان اسم قریہ توان اطلاق نمود جمعہ واجب است۔ صد کس باشند یا زیادہ۔	جس مجمع پر اُن کے اکٹھے ہونے کے وقت قریہ کا لفظ بولا جا سکے۔ وہان جمعہ واجب ہے۔ سو آدمی ہون یا اس سے زائد +

پس غور کرو کہ مولانا کی عبارت سے کتنے مقامات ہین جو فرضیت جمعہ سے باہر ہوئے جاتے ہین، درانحالیکہ محققین حنفیہ کے نزدیک وہان جمعہ فرض ہے، اصل یہ ہے کہ بہشتی گوہر مولانا کی تالیف نہین ہے، جیسا کہ حاشیہ قدیمہ مین مصرح ہے اسواسطے اس مین زائد لغزشات ہین اور کچھ امور کے جوابات مولانا نے امداد الفتاوی مین شاید تحریر بھی فرمائے ہین، مگر مجھ کو وثوق ہے کہ مولانا کی رائے بھی یہی ہے، اسواسطے اگر مخالف رائے کے ہوتا تو دوسرے ایڈیشنون مین اس کی تصحیح ضرور فرماتے۔ بہرنوع ان بیان کردہ جگہون کے علاوہ بھی جمعہ فرض ہے۔

(۱۲) بارھوین تعریف۔ مولی المحقق، استاذ الہند حضرۃ ملا نظام الدین بن ملا قطب شہید فرنگی محلی لکھنوی اپنی بعض تحریرات مین لکھتے ہین کہ "مصر وہ مقام یا جگہ ہے کہ جہان انسان کی ضروریات روزانہ پوری ہو سکین، یعنے کھانے پینے کا سامان اور کپڑے وغیرہ وہان

ہم قاصر ہیں، کیونکہ ضلع اور پرگنہ کا کوئی مفہوم شریعت میں تو بیان حضرت شارع سے متعین نہیں ہوا ہے، قطع نظر اس کی یہ تینوں امور تو کہیں ہندوستان بھر میں ایک جگہ پر بھی جمع نہیں ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں جمعہ فرض ہی نہیں ہے!! اور ایسی لایعنی شئے کا کوئی قائل نہیں ہے!

(۱۱) گیارھویں تعریف، حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب بہشتی گوہر میں فرماتے ہیں کہ،

"مصر یعنے شہر یا قصبہ، پس گاؤں میں یا جنگل میں نماز جمعہ درست نہیں، البتہ جس گاؤں کی آبادی قصبہ کے برابر ہو مثلاً تین چار ہزار آدمی ہوں وہاں جمعہ درست ہے (شامی جلد اول مع اضافہ)

ناظرین رسالہ ہذا کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ کوئی شہر کی تعریف نہیں ہے، بلکہ شامی کے حوالہ سے ایک مسئلہ نقل کر کے کچھ الفاظ اضافہ فرمائے ہیں جو سراسر متناقض ہیں اور مشکلات کو حل کرنے والے نہیں ہیں بلکہ مشکلات پیدا کرنے والے ہیں۔ بیان کی ہوئی باتیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، مولانا نے تحریر فرمایا ہے کہ "پس گاؤں میں جمعہ درست نہیں" معلوم نہیں کہاں تک درست ہے کیونکہ شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ،

میں ذیل کی عبارت لکھی ہے، کہ

وحضرۃ بحر العلوم مولانا عبد العلی در ارکان تحریر مے نمایند کہ نزد والد بزرگوار ما یعنی ملا نظام الدین قدس سرہ مصر عبارت از موضعی است کہ دراں حوائج ضروریہ انسان روا باشند یعنی [illegible] [illegible] شود در آنجا اہل حرفہ کہ حاجت بآنہا اکثر مے افتد باشند۔

اور حضرۃ بحر العلوم عبد العلیؒ رسالہ ارکان میں لکھتے ہیں کہ ہمارے والد بزرگوار ملا نظام الدین کے نزدیک مصر نام ہے ایسی جگہ کا جہاں انسان کی ضروری حاجت پوری ہوں یعنی وہاں خرید و فروخت کھانے اور پہننے کی چیزوں کی [illegible] [illegible] ہے۔ (مثلاً درزی، لوہار، وغیرہ)

. . . .

خاتمۂ بحث

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں مصر کی بارہ تعریفیں ہم نے نقل کی ہیں، گو بیسیوں تعریفات نظر کے سامنے ہیں مگر توجہ کے قابل جو تھیں اور تحقیقات کا نچوڑ جو تھا وہ یہاں درج کیا گیا ہے، ان کثیر تعریفات نے اور اس شدید اختلاف نے ذیل کے امور خوب واضح کر دیئے ہیں۔

(۱) جمعہ کی نماز کے لئے مصر جو شرط امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک

وہان فروخت ہوتے ہون"۔

کتنے سادہ او جامع و مانع ہیں الفاظ جنگل اور ویرانے اور خیمون اور

اُن چھوٹی آبادیون کے علاوہ کہ جس کو ہندوستان مین پورہ کہتے

ہین، کوئی ایسی جگہ نہین جو اس تعریف سے باہر نکل جاوے

گویا کہ تمام مشکلات کا حل ہے کیون نہ ہو تعریف کی نسبت بھی تو اس

ذات سے ہے کہ جو پورے مشرق مین باعتبار علم کے ممتاز تھا،

سرزمین لکھنؤ کو تعلیم اسلام اور کتب و معارف اسی لئے تو بنایا تھا

ایسا نہ علما سے پوچھنے کی ضرورت ہے اور نہ جانچ پڑتال کرنے کی

حاجت، گنوار تک جان سکتے ہین ہماری آبادی شہر ہے یا نہین

آج تک علماء فرنگی محل کا بھروسہ اسی تعریف پر ہے بحر العلوم

عبد العلی نے جب رسائل ارکان کے نام سے فقہ کی کتاب لکھی تو

اس تعریف کو تحریر فرمایا اور اس کے ذیل مین تحریر فرمایا کہ مجھ کو

معلوم نہ ہو سکا کہ یہ تعریف کہین مذکور بھی ہے یا حضرۃ والا کی خود ذاتی

رائے ہے لیکن مین کہتا ہون کہ ہندوستان کی حالت کے موافق

ایسے الفاظ کہان ملین گے؟

حضرۃ فخر المتاخرین مولانا عبد الحی نے ایک فتوے کے جواب

کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو شہر کی تعریف مین اختلاف کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ اسوقت تو شہر متعارف عند الناس ہو جاتا۔ اور صرف اسقدر کہنا کافی ہو جاتا کہ باب الجمعہ مین شہر سے مراد شہر عرفی ہے۔

(۵) جمعہ کی نماز جنگلون اور خیموں (عارضی آبادیان اور کیمپ) ویرانوں اور پورہ کے علاوہ ہر جگہ پڑھنا فرض ہے۔ اور اس کے علاوہ جو آبادیان ہین وہ سب شہر ہی کہلائین گی، پس تعریف ایسی ہی ہونا چاہئے کہ جس مین یہ مقامات نہ داخل ہو سکین، اور ان کے علاوہ دنیا کا ہر مقام داخل ہو جاوے۔

(۶) جو لوگ بھی تفتیش کرین گے اُن پر یہ حقیقت خود بخود روشن ہو جائے گی کہ باب الجمعہ مین شہر کا اطلاق ہر اُس آبادی پر ہے جو پورہ نہ ہو، اور وہان جمعہ پڑھنا فرض ہے، شہر اور اس کے بعد قصبہ، پھر گاؤن، پھر دیہہ، یہ وہ علی قدر المراتب نام ہین جو عرف نے وضع کر لئے ہین، سرورِ کائنات ﷺ کا طرزِ عمل اور صحابہؓ کا طریقہ اسی پر دلالت کرتا ہے کہ باب الجمعہ مین دیہہ یعنی پورہ کے علاوہ جو آبادی بھی ہے وہ شہر ہی ہے، اسی واسطے تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مؤطا کی شرح مین اس امر کو واضح فرما دیا ہے کہ،

وہ تو درست ہے اور حدیث حضرۃ علیؓ سے ثابت ہے، * تو پھر وہ
ہیں اور کافی حنفی فقہاء اور علماء اُس سے گریز اور اختلاف نہ کرتے

(۲) مصر شرعی کی تعریفات میں سے جو حالات کے مقتضی ہو اُس کے پر فتویٰ دینا جائز ہے، ہر ایک پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ ہر زمانہ میں تعریفات بدلنے کا گر یہی ہے کہ سابق کی تعریفیں اُس وقت کے حالات کے موافق نہیں رہی تھیں

(۳) ہر زمانہ میں تعریف بدلے گی (حسب ضرورت) کیونکہ تعریف مصر شخصی رائے ہے، اور احکام شرع شخصی رائے کے ماتحت نہیں ہو سکتے، البتہ شخصی رائے کو احکام شرع کے ماتحت رہنا پڑیگا، پس جب شخصی رائے خلاف احکام شرع ہو جائے فوراً رائے پلٹ دو، اور اسی وجہ سے شہر کی تعریفات ہر زمانہ میں بدلی ہیں، مثلاً ظاہر مذہب میں جو تعریف شہر کی بیان ہوئی تھی جب وہ احکام شرع کے ماتحت نہ رہی اور تصریحات کے مخالف ہو گئی تو علماء نے فوراً بدل دی۔

(۴) تعریف شہر شرعی کے متعلق یہ خیال کرنا کہ جو مقام عرفاً یا جغرافیہ میں شہر ہو، یا باب الجمعہ میں اسی کو شہر کہیں گے سراسر غلطی ہے اور تفصیلات احکام جمعہ سے ناواقفی ہی

واما قریہا یا شہر پس شرط جمعہ است بجہۃ آنکہ در زمان آنحضرت صلعم در بدو جمعہ نمی بود ۔	اور لیکن گاؤن یا شہر (عرفی) پس جمعہ کیلئے شرط ہیں اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جنگلون میں جمعہ نہیں (پڑھا گیا) تھا

اور جو ہدایہ اور جامع الرموز وغیرہ کتب فقہ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ قریٰ میں جمعہ جائز نہیں ہے، احناف کے مسلک پر اس سے وہ قریہ مراد ہے کہ جس کو پوروہ کہتے ہیں، قصبہ یا گاؤن ہرگز نہیں مراد ہے۔ فتاویٰ مولانا عبد الحیٔ میں اس کی تصریح کردی گئی ہے۔ علاوہ برین فقہا کی عبارت بھی اس امر پر شاہد ہے کہ شہر شرعی کا اطلاق پوروہ کے علاوہ ہر آبادی پر ہے، جس کو انھوں نے مختلف کتب میں درج کیا ہے۔ جیسے کہ جامع الرموز میں ہے، کہ

وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق ۔	اور فرض ہے جمعہ (عرفی) قصبات اور بڑے گاؤن میں کہ جہان بازار ہون ۔

پس یہ چیز واضح ہوگئی ہے کہ جمعہ کی نماز سوائے پوروہ کے اور سب کہیں پڑھی جائے گی، چاہے وہ جگہ گاؤن ہو یا قصبہ یا شہر، کیونکہ یہ سب مقامات باب الجمعہ میں شہر ہیں اور کیسے اس کے خلاف ممکن ہے، جبکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے خود جمعہ کی

پس جمعے کہ بر اجتماع ایشان اسم قریہ توان اطلاق نمود جمعہ واجب است، صد کس باشند یا زیادہ، و در بعض احادیث اقل آن پنجاہ کس مرد، عاقل، بالغ، آمدہ

پس جس مجمع پر اُن کے اکٹھا ہونے کے وقت قریہ کا لفظ بولا جا سکے ان پر جمعہ واجب ہے سو آدمی ہوں یا اس سے زائد ہوں اور بعض احادیث میں اُن لوگوں کی کم تعداد پچاس آدمی آئی ہے جو عاقل، بالغ اور آزاد ہوں۔

اسی کتاب میں ایک جگہ پر تحریر فرمایا ہے کہ ہم کو سرورِ کائنات صلعم اور آپ کے متبعین کا طرزِ عمل اس بارہ میں دیکھنا ہوگا کیونکہ نماز جمعہ ایسی چیز ہے کہ قبل شریعت محمدیہ کے کسی مفہوم کے لیئے بولا نہیں گیا ہے، پھر تحریر فرمایا کہ،

پس نماز جمعہ دو رکعت است در وقت ظہر با جماعت عظیمہ از مسلمین در قریہ یا در شہر یکجا شدہ باشد۔

پس نماز جمعہ کی دو رکعت ہے، ظہر کے وقت میں مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ساتھ گاؤں میں ہو یا شہر میں۔ لیکن اکٹھا ہو ۔

یہاں گاؤں اور شہر کے جو الفاظ آئے ہیں اُن سے عرفی گاؤں اور شہر مراد ہیں، لیکن اگر پھر بھی تسکین نہ ہوئی ہو کہ شہر یا بستی میں گاؤں اور قصبہ سب ہی بولا جاویگا تو اور ملاحظہ ہو

[illegible]

ایک صاحب کی رائے ہے کہ وہ ایسی جگہ ہے کہ جہان شہر کی آواز سنائی دیتی ہو، مگر دوسرے فقیہہ فرماتے ہین کہ آواز سنائی دینا کچھ ضروری نہین ہے بلکہ وہان شہر کی اذان سنائی دیتی ہو۔ لیکن شرنبلالی نے تحفۃ اعیان مین بیان فرمایا ہے کہ یہ باتین کچھ ضروری نہین ہین، کیونکہ ہر شہر شرعی کے گرد ایسے مقام کا ہونا ضروری نہین ہے، اس واسطے عام تعریف کردینا چاہیے اور عام تعریف کے الفاظ یہ ہین۔

" فناءِ مصر وہ جگہ ہے جو شہر سے بہت قریب ہو، وہان لشکر جمع ہوتا ہو یا رہتا ہو، تیر اندازی یا بندوق کی نشانہ بازی وہان ہوتی ہو (آج کل کی اصطلاح مین چاندماری کا میدان) گھوڑدوڑ (شرعی) وہان ہوتی ہو، قبرستان کے کام مین وہ جگہ لائی جاتی ہو، جیسا کہ اکثر جگہ اس کام کیلئے شہر کے باہر اور بالکل متصل ایسا مقام ہوتا ہے، نماز جنازہ کیلئے اس مقام کو متعین کیا گیا ہو اور اسیطرح کے دوسرے کامون مین کام آنے والی جگہ کا نام فناءِ مصر ہے اور یہ ایسے الفاظ ہین کہ جن سے ہر ایک واقف ہے، ہر شہر شرعی کے گرد ایسے مقام کا ہونا ضروری نہین لیکن آجکل ہم بعض بڑے شہرون مین اس کا نام کنٹونمنٹ یا چھاؤنی یا

نماز قبا مین پڑھی اور وہ بھی پہلا جمعہ اور اس کے بعد ہمیشہ وہان جمعہ ہوا، کیون نہ حکم دیا گیا کہ قبا والو مدینۂ رسول مین آکر جمعہ پڑھو، کیونکہ یہ گاؤن ہے اور گاؤن مین جمعہ فرض نہین ہے۔

(۷) ملا نظام الدین کی تعریف کو جو شخص غائر نظر سے پڑھے گا وہ اس امر کا اعتراف کریگا کہ یہ تعریف انھین مذکورۂ بالا خیالات کو پیش نظر رکھکر کیگئی ہے اور جبتک اس پر کوئی صریحی اعتراض نہ پڑے عمل کرنا مناسب ہے کیونکہ اس پر عمل کرنے کے بعد کوئی شخص اس امر مین متردد نہین ہوسکتا کہ اس کا گاؤن شہر شرعی ہے یا نہین۔

پس اب یہ بحث ختم کیجاتی ہے کہ اب بحمد اللہ شہر شرعی کا مفہوم خوب واضح ہو گیا ہے، لیکن اس کے بعد بھی جو نہ سمجھین یا نہ سمجھنے کی کوشش کرین تو اس کے ذمہ دار وہ خود ہین۔ ؏

بر رسولان بلاغ باشد و بس

فناۓ مصر فقہار کی تصریحات کی بنا ر پر فنا ءمصر بھی دوسری جگہ ہے کہ جہان شہر کے علاوہ نماز جمعہ فرض ہے، اور اس کی تفصیل مین بھی مختلف الفاظ نقل ہین بعض کہتے ہین کہ وہ ایسی جگہ ہے جو شہر سے ایک میل ہو اور بعض کے نزدیک دو میل ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ تین فرسخ ہونا چاہیئے، لیکن بعض لوگ دو ہی فرسخ بتاتے ہین۔

لیکن اب ایک دوسری بات پیدا ہوئی کہ پڑھنا چاہئے کا کیا مطلب ہے
آیا پڑھنا واجب ہے؟ یا مستحن اور مندوب ہے - پس مقدسی فرماتے
ہین کہ اگر محض وہم ہو تو مستحن ہے اور اگر شہریت مین شبہ پڑ جائے
تو پھر یہ چار رکعتین واجب ہو جائین گی - لیکن شامی یہ تمام بحث لکھ
ڈالنے کے بعد تحریر فرماتے ہین جو ملاحظہ کے قابل ہے، کہ

"ہمنے یہ بحث بہت طول دیکر اس وجہ سے بیان کی ہے کہ "فقہا
کے قول کا کہین برا اثر نہ پڑے جو اُس نے بحر الرائق سے نقل کیا،
کہ احتیاط ظہر نہ پڑھنا چاہیئے، کیونکہ ہم یہ کہتے ہین کہ جہلا اور عوام کو
حکم ہی نہ دو جو جمعہ کی عدم فرضیت کا اعتقاد ان کے دل مین
پیدا ہو، بلکہ خاص لوگون کو حکم دیا جاسکے کہ وہ احتیاط ظہر پڑھین
اور اگر ان کے اس فعل سے عوام کے عقیدے مین فرق آنیکا
خیال ہو تو پھر چھپا کر گھرون مین احتیاط ظہر ادا کرین، اور حق خدا ہی
بہتر جانتا ہے "

اور مستملی صغیر مین لکھا ہے کہ "مصر کی تعریف مین اختلاف پیدا
ہو جانے کی وجہ سے فقہا نے فرمایا ہے کہ اب ہر جگہ جمعہ کے
جواز مین شبہ پڑ گیا ہے اس لئے چار رکعت اس نیت سے
پڑھنا چاہئے کہ یہ وہ نماز ہے کہ جس کا وقت ہم کو ملا اور ہمارے ذمہ

پڑا دو رکھ سکتے ہیں +

:- احتیاط ظہر کا مسئلہ :-

اس جگہ پر ایک اہم بحث چھڑ جاتی ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد فرض ظہر کی چار رکعتیں ادا کرنا چاہیئے یا نہیں پس دو خیال متاخرین علماء میں پیدا ہو گئے ہیں، اصل میں یہ سوال اس جگہ سے اُٹھتا ہے کہ جبکہ مصر کی تعریفات میں فقہائے کرام کا شدید اختلاف ہو گیا ہے تو انھیں محققین کے نزدیک شہریت ہر جگہ میں یہاں تک کہ بمبئی اور کلکتہ میں بھی (برین عقل و دانش بباید گریست) مشتبہ ہو گئی اور صحیح طور سے یہ پتہ نہیں لگ سکتا ہے کہ کون شہر ہے کون جگہ شہر نہیں ہے، پس ایک عظیم الشان گروہ فقہاء کا اس بات کی حمایت پہ کھڑا ہو گیا کہ احتیاطاً چار رکعت فرض ظہر کے نام سے بعد نماز جمعہ کے ضرور پڑھی جاویں ان سب کی عبارتیں تو کوئی کہاں تک نقل کرے گا، البتہ ایک اجمالی فہرست تو سن لیجئے مصنف بدائع - شارح منیۃ المصلی - مؤلف جوامع الفقہ - نہر الفائق محیط - قنیہ - کافی - ظہیرۃ - شرح باقانی، یہ وہ لوگ یا وہ کتابیں ہیں کہ جس میں یہ بحث بہت زوروں سے کیگئی ہے، مگر حاصل ان سب کا یہی ہے کہ چار رکعت بعد نماز جمعہ بہ نیت احتیاط ظہر ادا ہونا چاہئے

جائیں، کیونکہ اس سے ہرج شرعی واقع ہوتے ہیں،
دیکھو درمختار فی اس امر کی تائید میں بحر الرائق سے علامہ زین العابدین
مصری کی حسب ذیل عبارت نقل کی ہے۔

"میں نے سیکڑوں مرتبہ فتویٰ دیا۔ کہ جمعہ کے بعد
چار رکعت ظہر کی نیت سے [illegible] نہ پڑھیں [illegible] اس خوف سے
عوام کا عقیدہ، عدم فرضیت جمعہ کا قائم ہوگا۔ اور مقتضا
احتیاط ہمارے زمانہ میں یہی ہے، لیکن جو جمعہ شبہات سے
بری ہے وہ بھی چار اگر گھر میں احتیاط ظہر ادا کرے"۔
علاوہ مزید احتیاط کا باعث ہے اس کا مثل ہے وہ جسکو
علامہ حسن شرنبلالی نے تحریر فرمایا ہے،
فقیر محمد رفعت اللہ کہتا ہے کہ احتیاط ظہر پڑھنا دو وجہوں سے
جائز نہیں،
(۱) مفسدہ پیدا ہونے کا خوف ہے کہ لوگ عدم فرضیت
جمعہ کے قائل ہو جائیں گے، جیسا کہ محقق حسن شرنبلالی نے تحریر
فرمایا ہے۔ کہ،

وبفعل الاربع مفسدة	اور چار رکعت احتیاط ظہر کے پڑھنے میں
اعتقاد الجهلة عدم	فساد ہے عوام کے عقیدہ کا۔ یعنے

واجب الاداہے"

یہان پر ایک اعتراض یہ پیدا ہوا کہ چار رکعت ضرور پڑھی جاوینگی، مگر کس طرح؟ کیا چارون رکعتون مین سورہ ملائی جاوے گی، حالانکہ فرض نمازون کی دو رکعتین خالی پڑھی جاتی ہین؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر جمعہ ہوگیا تو ان چار رکعتون کا کیا حکم ہوگا؟ اس کا جواب حسب ذیل الفاظ مین مستملی سے نقل کیا جاتا ہے کہ،

"چارون رکعتون مین سورہ فاتحہ کے بعد ضم سورہ ضروری ہوگا کیونکہ اگر جمعہ ادا ہوگیا تو یہ نماز نفل ہوگی اور نوافل مین سورہ پڑھنا فرض ہے اور اگر جمعہ ادا نہ ہوگا تو یہ نماز ظہر کا فرض ہوگی اور اس مین سورہ کا ملانا کچھ نقصان نہ کرے گا (کیون نکریگا، تاخیر رکن یعنے رکوع مین تاخیر ہوگی اور تاخیر رکن مستوجب ہے سجدہ سہو کو اور سجدہ سہو نہ کرنے کی صورت مین، اعادہ نماز واجب ہے - ۱۲) اور عالمگیریہ مین بھی انھین الفاظ کی تائید کیگئی ہے۔

دوسرا گروہ عوام فقہاء کے علاوہ محققین فقہاء کا ہے وہ اس کا قائل ہے کہ یہ چار رکعتین کسی طرح نہ ادا کرنا

پڑھنے والوں کا جمعہ ادا بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ پس اس کا جواب ہم مراقی الفلاح سے نقل کرتے ہیں۔

وعلی القول الضعیف المانع من جواز التعدد قیل بصلاۃ اربع بعدھا بنیۃ اٰخر ظھر علیہ ولیس الاحتیاط فی فعلھا لان الاحتیاط ھو العمل باقوی الدلیلین واقوٰھما اطلاق جواز تعدد الجمعۃ	ضعیف قول پر بنا کرکے جس کا مفاد یہ ہے کہ ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ پڑھنا جائز نہیں یہ کہا گیا ہے کہ بعد جمعہ کے چار رکعت آخر ظہر کی نیت سے پڑھی جاویں۔ پس واقع میں ان چار رکعتوں کے پڑھنے میں کوئی احتیاط نہیں ہے کیونکہ احتیاط تو اس بات میں ہے کہ دو دلیلوں میں سے زائد قوی جو ہو اس پر عمل کیا جاوے اور دونوں میں قوی دلیل یہ ہے کہ شہر واحد میں تعدد جمعہ جائز ہے۔

پس اس تصریح کی بنا پر اس وجہ سے بھی احتیاط ظہر پڑھنا جائز نہیں رہا۔ لیکن فتوی احتیاط ظہر کا دینے والے علما اس امر کا خیال نہیں کرتے ہیں بلکہ شامی وغیرہ کتب میں احتیاطِ ظہر کا مضمون پڑھکر اس کا فتوے تحریر فرما دیتے ہیں۔ مگر فی الواقع جہاں تک محققین مذکورین کی نظر فقاہت پہنچی ہے اس تک بیچارے شامی وغیرہ پہنچ ہی نہ سکے۔ زمانہ حال کے جن علما ربانیین کو اللہ نے بصیرت وفقاہت عطا فرمائی ہے

فرض الجمعۃ + | یہ کہ جمعہ فرض نہیں ہے۔

یہ بات عوام اور خواص دونوں مین پیدا ہوگی کہ وقت ظہر مین دو فرض ہین۔ ایک نماز جمعہ اور دوسری نماز ظہر۔ اور اس خیال کا پیدا ہوجانا بھی قباحت کا باعث ہے، فی الواقع وقت ظہر مین جمعہ کے روز صرف نماز جمعہ فرض ہے اور احتیاط ظہر نہ واجب نہ مستحب ومندوب۔ مین کہتا ہون کہ اس امر مین کوئی احتیاط ہرگز نہین ہے کہ جمعہ کے بعد احتیاط ظہر پڑھی جاوے۔ بلکہ احتیاط اس امر مین ہے کہ یہ دیکھا جاوے کہ یہ چار رکعت کیون پڑھی جاتی ہین، پس کتب فقہ کے معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ احتیاط ظہر کی حمایتی دو گروہ ہین۔ پہلا گروہ تو یہ کہتا ہے کہ چونکہ اختلاف تعریفات مصر نے شہریت کو مشتبہ کردیا ہے اس لیئے احتیاط ظہر پڑھنا چاہیئے۔ پس مین نے اس امر کی تردید ابھی (دو وجہون) کردی ہے۔ اب رہا دوسرا گروہ وہ اس وجہ سے احتیاط ظہر کا قائل ہے کہ شہر واحد مین تعدد جمعہ نہ ہونا چاہیئے اور جبکہ ایک شہر مین متعدد جگہ جمعہ پڑھا جانے لگا تو اب اس کے ساتھ احتیاط ظہر بھی ضرور پڑھی جاوے۔ کیونکہ اس بات مین شبہ پیدا ہوگیا ہے کہ آیا شہر واحد مین متعدد مساجد مین جمعہ

ممکن ہے تو خدا کے لئے تو خدا کے لئے کوئی بتائے کہ جہلا نے
کیا قصور کیا ہے کہ وہ اپنے ذمہ سے فرض وقتی کو ساقط نہ کریں
اور احتیاط ظہر نہ پڑھیں اور خواص نے کونسا تیر مارا ہے
کہ وہ فرض وقتی سے سبکدوش ہو جائیں، صاحبو! یہ امر
بتاتا ہے کہ احتیاط ظہر کا مسئلہ کچھ اہمیت نہیں رکھتا - کیونکہ اس کے
متعلق علماء کے الفاظ بالکل اطمینان بخش نہیں ہیں!

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اب جبکہ مصر شرعی کی تعریف حضرت
ملا نظام الدین کی آپ کے سامنے بیان ہو چکی جو شرعی مشکلات
کا حل ہے تو دو امر ظاہر اور واضح ہو گئے۔ جمعہ کہاں پڑھنا
چاہئے اور ظہر کہاں - یعنے یہ کہ جنگلوں، خیموں، عارضی کیمپ
اور ویرانوں، پڑووں میں نماز ظہر پڑھو اور ماورا ان جگہوں کے
بلا خوف وخطر اور بلا خوف لومۃ لائم نماز جمعہ قائم کرو (اگر قائم
نہ ہوں) اور آزادی سے نماز جمعہ ادا کرو، احتیاط ظہر کی بالکل
حاجت اصول شرعی سے نہیں ہے - والعلم عنداللہ

نیت صلوٰۃ جمعہ اندنوں ایک کتاب مفتاح الصلوۃ،
نام کی نظر سے گذری، اس میں لکھا ہے کہ نماز جمعہ کی نیت
میں حسب ذیل الفاظ پڑھنا ازحد ضروری ہیں -

وہ تو بڑھتے ہوئے فساد کو دیکھکر یہان تک کہتے ہین کہ خواص و عوام مین سے کوئی نہ پڑھے، نہ علانیہ پڑھے نہ گھرون مین چھپکر پڑھے۔

علاوہ برین جو لوگ احتیاط ظہر کے حامی بھی ہین اُن کی عبارت مین بھی نظر ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تقوی یہ ہے کہ احتیاط ظہر ادا کی جاوے۔ شامی کے منقولہ الفاظ اس امر کو بالبداہت ثابت کرتے ہین، ورنہ عوام سے (احتیاط ظہر کے مسئلے کو) پوشیدہ رکھنا اور خواص کو حکم دینا کوئی معنے نہین رکھتا ہے۔ فتوے عام اشاعت ہی کے لئے ہوتا ہے اور تقوے چھپانے کے لئے، پس اگر واقعی فتوی کی قابل یہ امر ہے تو ضرور اس کو شائع کیا جائے۔ ورنہ بیچارے عوام ایک حکم شرعی سے بے خبر رہین۔ اور حکم بھی کیسا؟ تمام عمر جمعہ کی نماز پڑھا کرین اور اس کی ادائی مین شبہ ہو، لاعلمی کی وجہ سے اس کا تدارک نہ کر سکین۔ مین کہتا ہون کہ جب کسی نہ کسی وجہ سے شہریت مشتبہ ہوگئی یا یہ امر مشتبہ ہوگیا کہ آیا ہمارا پڑھا ہوا جمعہ فرض وقتی کو ذمہ سے ساقط کرتا ہے یا نہین اور اس کا تدارک بربیان فقہا ظہر کے پڑھ لینے سے

کر سکتا ہے۔ مذہب احناف پر پھر کسی زبان کی خصوصیت نہیں ہے۔

ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ

یہ بحث بھی ناواقف لوگوں کے سامنے ہمارے علماء پیش کیا کرتے ہیں، چونکہ فی الجملہ مصر یا شہر شرعی سے اس کو اک گونہ تعلق ہے، اس لئے اس جگہ ہم اس کا مفصل ذکر بھی از حد ضروری اور مناسب خیال کرتے ہیں، انشاء اللہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اس بارہ میں صاحب مذہب امام ابوحنیفہؒ قاضی ابویوسف اور امام محمد وغیرہ سے مختلف روایتیں منقول ہیں، نیز امام صاحب کے دوسرے شاگردوں نے بھی اس بارہ میں کافی سے زائد مواد جمع کر دیا ہے، بہر نوع صورت حال ذیل کی پانچ صورتوں میں محصور ہے۔

(۱) شہر میں نماز جمعہ سوائے ایک جگہ کے متعدد جگہوں میں قطعاً درست نہیں ہے۔ یہ امام صاحب (امام ابوحنیفہؒ) کا ارشاد گرامی ہے۔ قہستانی نے نقایہ کی شرح میں لکھا ہے کہ جمعہ ایک مقام میں سوائے ایک جگہ کے امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جمعہ تمام

"نیت کی مین نے نماز جمعہ کی جو فرض ظہر کو ساقط کرتی ہے۔ اور اگر یہ الفاظ نہ کہے گئے تو نماز جمعہ ادا ہی نہ ہو گی"۔

یہ خیال گذرا کہ ممکن ہے ایسی اور دوسری روزانہ شائع ہونے والی کتابون مین کچھ اور ایسے ہی الفاظ ہون اس لئے اس طرف توجہ کی گئی اور کتب معتبرہ کو دیکھا گیا تو مخالف متون و شروح اور فتاویٰ کے نکلا۔ صاحب درمختار نے جمعہ کے صحیح ہونے کیلئے سات شرطین

اور جمعہ کے واجب ہونے کے لئے نو شرطین ذکر کی ہین، مگر اس شرط کا کسی نے تذکرہ بھی نہین کیا ہے۔

نیت کا ذکر آیا تو جی چاہتا ہے کہ مین بھی لکھ دون، تاکہ عوام مستفید ہون۔

نویت ان اصلی للہ تعالیٰ رکعتین صلوٰۃ الجمعۃ خلف ھذا الامام فرض ھذا الوقت متوجہا الی جہۃ الکعبۃ الشریفۃ اللہ اکبر	نیت کی مین نے کہ دو رکعت نماز پڑھون مین نماز جمعہ کی اس امام کے پیچھے، فرض اس وقت کا منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر

اگر عربی مین یاد کر کے پڑھے تو خوب ہے ورنہ ہر زبان مین

کنارہ سے آنا ہوگا جس مین یقیناً زیادہ وقت صرف ہوگا اور یہ ان کی تکلیف کا باعث ہوگا۔ علاوہ بریں اُن کے کاموں مین بھی شدید حرج ہوگا اور متعدد جگہ جمعہ ادا کرنے کے عدم جواز پر کوئی دلیل شرعی قائم نہین ہوئی ہے، خصوصاً جبکہ شہر بڑا ہو تو متعدد جگہ نماز ادا کرنے کو علامہ کمال نے پسندیدہ نظر سے دیکھا ہے۔

(۳) شہر بھر مین صرف دو جگہ نماز جمعہ درست ہے، بشرطیکہ اس مین کوئی نہر جاری ہو، جو شہر کو دو حصون مین تقسیم کر دیتی ہو"

جیسا کہ شمنی نے نقایہ کی شرح مین بیان کیا ہے کہ قاضی ابو یوسف کا صحیح مسلک یہی ہے کہ نماز جمعہ دو جگہ اسی صورت مین درست ہوگی، جبکہ شہر بڑا ہو اور اگر یہ نہو تو کوئی نہر وسط شہر مین اسطرح بہتی ہو کہ شہر دو حصہ ہو جاوے جیسا کہ بغداد کو دریائے دجلہ نے اس کو دو حصون پر منقسم کر دیا ہے۔

مین کہتا ہون کہ جب وسط شہر مین نہر جاری ہوگی اور شہر دو حصون پر منقسم ہوگا تو وہ شہر ایک شہر کب باقی رہے گا۔ بلکہ وہ تو حقیقتاً دو شہر کے حکم مین ہو جائے گا، جیسا کہ شارح وقایہ نے اس کی تشریح کی ہے پس اس صورت مین بھی نماز جمعہ صرف ایک ہی جگہ رہ گئی

(۴) شہر بھر مین نماز جمعہ صرف تین جگہ درست ہوگی اور اس سے

جماعتون کو ایک جگہ جمع کرنے والا ہے اور پھر شوکت و شان اسلامی کو بلند کرنے والا ہے اور دو جگہ جواز کا فتوی دینے مین تقلیل جماعت ہوگی اور تقلیل جماعت یقیناً شوکت اسلامی کو نقصان پہنچانے والی ہے اور غالباً یہ استدلال باین معنے ہوگا کہ حضرۃ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد مین نیز صحابہ کرام کے زمانہ مین ایک شہر مین متعدد جگہ جمعہ نہین پڑھا گیا بلکہ صرف ایک ہی جگہ ادا کیا گیا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے بعض رسائل مین اس بات کو صراحتاً بیان کیا ہے اور علماء سلف نے بھی اجماع کر لیا ہے کہ سنت ایک ہی جگہ جمعہ ادا کرنا ہے، اب رہا کئی جگہ جائز ہونا تو یہ دوسری بحث ہے، کیونکہ محض مسنون ہونے سے عدم جواز ضروری نہین ہے۔

(۳) شہر بھر مین صرف دو جگہ نماز جمعہ درست ہے۔ اور اس سے زائد قطعاً درست نہین ہے، شمنی نے نقایہ کی شرح مین لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کا یہی مسلک ہے اور اس کی وجہ غالباً اسکی بنا نہین ہو سکتی کہ ایک جگہ کی خصوصیت کر دینے مین بہت حرج ہے۔ کیونکہ بعض حاضرین نماز کو شہر کے اس

صحیح تر ہے۔ کیونکہ صرف ایک جگہ جمعہ ہونے مین خصوصاً جبکہ شہر بڑے ہون ظاہری حرج ہے"

اور ذخیرۃ العقبی مین مرقوم ہے کہ۔

"امام اعظم اور امام ربانی حسن شیبانی (یعنے امام محمد) کے اقوال مین صحیح تر یہ قول ہے کہ ایک شہر مین بہت سی جگہ نماز جمعہ ادا کی جائے"

بعینہ مواہب الرحمٰن کی شرح برہان مین لکھا ہے کہ

"جمعہ کا بہت سی جگہ ادا کیا جانا صرف ایک ہی شہر مین امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے، چنانچہ امام سرخسی نے فرمایا ہے کہ امام صاحب کی مختلف رایون مین یہ رائے صحیح تر ہے اور یہی خیال امام محمد کا بھی ہے"

اور علامہ زین العابدین مصری نے بحر الرائق مین ذیل کی عبارت لکھی ہے کہ

"امام سرخسی نے تحریر فرمایا ہے کہ صحیح ترین رائے امام ابوحنیفہ کی یہ ہے کہ نماز جمعہ ایک شہر مین دو مسجدون مین یا بہت سی مسجدون مین پڑھی جاوے ساوی ہے اور اسی رائے سے فتویٰ دینے مین ہم سند پکڑتے ہین، کیونکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ جمعہ مصر ہی مین ہوگا تو اس کے بعد یہ زیادتی ہے کہ ایک جگہ یا دو جگہ ہی جائز ہے کیونکہ صحت جمعہ کے لیے مصر شرط ہے نہ یہ کہ کتنی جگہ پڑھا جائے"

زائد جگھون مین جائز نہین ہے۔ چنانچہ صدر الشریعۃ نے وقایہ کی شرح مین امام محمد سے نقل کیا ہے کہ دو جگہ یا تین جگہ ایک شہر مین نماز جمعہ ادا کرنے سے کوئی حرج نہین ہے، عام اس سے کہ مصر کے درمیان مین کوئی نہر ہو یا نہ ہو اور بقول شارح وقایہ امام محمد ہی کی اس رائے پر فتوے ہے۔ صاحب بدائع نے اعتراض کیاہے کہ دو جگھون سے زائد ایک شہر مین نماز جمعہ ہرگز جائز نہ ہوگی۔ مگر بقول صاحب شامی اسکی دلیل کیاہے؟ جس وجہ سے دو جگہ جائز ہے اُسی وجہ سے تین جگہ مین کیا مضائقہ ہو سکتا ہے اور وجہ بھی کس قدر معقول کہ نمازیون کو دور سے آنے مین زحمت ہوتی ہے۔

(۵) ایک شہر مین بہت سی جگہ نماز جمعہ درست ہے، یعنے دو تین چار جگھون کی کوئی تخصیص نہین ہے اور اس روایت کو شمس الائمہ سرخسی نے اور دیگر کبار نے امام اعظم اور امام محمد سے نقل کیاہے اور امام محمد کی پہلی رائے پر جو فتویٰ تھا اُسکی مخالفت ہوگئی ہے۔ اور اس آخری رائے پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ نیز فقہار کی کثیر جماعت نے اس رائے کو اصح اور صحیح تر بتایا ہے۔ چنانچہ درر الحکام (جو غرر الحکام کی شرح ہے) مین لکھاہے کہ "ایک شہر مین بہت سی جگہ جمعہ جائز ہے امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک۔ اور یہ رائے زائد

باقتدائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائے کرام وعرض براستماع وعظ ایشان۔	جگہ جمعہ پڑھنے مین یہ بات میسر نہین ہو سکتی دوسرے یہ کہ آنحضرت اور خلفائے راشدین کے پیچھے نماز تبرکاً پڑھتے تھے تاکہ اُن حضرات کے وعظ سے بھی بہرہ اندوز ہوسکین۔ لیکن جمعہ کیلئے
وصفت نفسیہ بودن آن معلوم نیست، وبرتقدیر منشا راول مے باید کہ شہر عظیم کہ ہر طرفے از وے مانند قریہ باشد آنجا تعدد جمعات جائز بود۔	وحدت جماعت ذاتی صفت ہو تو یہ معلوم نہین ہے۔ لیکن اگر جمعہ اِس وجہ سے ایک ہی جگہ نہین پڑھتے تھے تاکہ جماعت عظیم ہو پھر فرودی ہے کہ اُسکے گرد اگرد دیہات ہون تاکہ وہان جماعتین متعدد کرنا جائز ہوسکے۔

یہ عبارت جمعہ کے ایک مسجد مین پڑھنے کی سُنیت کی نفی کرتی ہے اور ایسے اثر کا انکار کرتی ہے کہ جس سے جمعہ کا ایک ہی جگہ پر پڑھنا سنت ہوسکے اور ان معانی کا بھی انکار کرتی ہے کہ جس کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا ہے یعنے یہ بات کہ جمعہ تو ایک ہی جگہ پڑھا جاتا تھا مگر اُس سے سنیت ثابت ہو تو ایسا نہین ہوسکتا علاوہ برایں ان لوگون کے بیان کی بھی تردید کرتی ہے کہ جو تعدد جمعہ کے سبب جواز جمعہ مین شک کرکے احتیاط ظہر کا فتوے دیتے تھے، ترجمہ کے خط کشیدہ الفاظ اسی مفہوم کو ادا کرتے ہین، فتدابر +

(۲) حضرۃ شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ فی منہاج السنۃ

اور صاحب درمختار نے علینی کی شرح المجمع سے نقل کیا ہے کہ

"ایک شہر مین متعدد مقامات پر مطلقاً نمازِ جمعہ ادا کیجاوے صحیح ترین مذہب کی بنا پر، اور اسی رائے پر فتوے ہے۔

اور طحطاوی نے درمختار کے حاشیہ مین تحریر فرمایا ہے، کہ

"ایک شہر مین بہت سی جگہ نماز جمعہ پڑھی جاوے گی، چاہے اُس شہر مین بہت سی جگہ جمعہ پڑھنے کی ضرورت ہوگی یا نہین اور درمیان شہر مین کوئی نہر جاری ہوگی یا نہین۔"

اب گویا کہ یہ مسئلہ بھی بالکل صاف ہوگیا اور کسی طرح کے کلام کی گنجائش باقی نہ رہی اور جو حافظ ابن حجر نے بعض رسائل مین تحریر فرمایا ہے کہ حضور کے دور مین متعدد جگہ جمعہ نہین پڑھا گیا اور متعدد جگہ پڑھنا سنت کے خلاف ہے، پس اس کے جواب دو طریقہ پر سلف سے منقول ہے، جو ذیل مین درج ہین۔

(۱) حضرۃ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ شرح موطا مین تحریر فرماتے ہین کہ

"اما آنکہ در زمان آنحضرت صلعم و اصحاب در یک مسجد میخواندند، منشأ آن تحقق جماعۃ عظیمہ است کہ در صورت تعدد جمعات میسر نمی باشد یا تبرک	اور لیکن آنحضور اور اصحاب کے زمانہ مین جو جمعہ کی نماز ایک ہی مسجد مین پڑھتے تھے اُس کے دو سبب ہو سکتے ہین اول یہ کہ جماعت عظیم ہو جاوے، کیونکہ متعدد جگہ

مین اس بات کا اعلان کردینا وغیرہ وغیرہ ۔ یہ عام خیالات ہین جنکو خصوصیت کیساتھ نمایان کرکے فقہ کی کتابون مین بیان کیاگیا ہے اور یہ خیال انتہائی پختگی سے راسخ ہوگیا ہے کہ بغیر سلطان یا نائب سلطان کی جمعہ اور عید کی نمازون کا قیام غیر ممکن ہے ۔ آج ہندوستان کے طول وعرض مین جس گروہ نے شہر کی فضول فضول تعریفین کرکے جمعہ کو لایعنی چیز قرار دیدیا ہے ۔ اُسی گروہ کے چند نمایان افراد نے آج سے پچاس برس پہلے اس کی بھی کوشش کی تھی اور فتویٰ دیدیا تھا کہ ہندوستان مین جمعہ کی نماز بایں معنی بھی درست نہین ہے کہ یہان کوئی بادشاہ اور قاضی اسلامی نہین ہے ۔ فخر المتاخرین علامۂ لکھنؤ حضرۃ مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کا جیسا بردبار عالم بھی اس منظر کو برداشت نہ کرسکا اور عمدۃ الرعایہ عربی، حاشیہ شرح وقایہ مین بالآخر لکھ ہی تو دیا کہ،

انہ لاشك فی وجوب الجمعۃ وصحۃ ادائہا فی بلاد الھند التی غلبت علیہا النصارٰی وجعلوا علیہا ولاۃ کفاراً۔ وذلك باتفاق المسلمین

بلاریب جمعہ کے واجب ہونے اور اس کی ادائگی کی صحت مین ہندوستان کے شہرون مین کہ جن پر انگریزون نے قبضہ کرلیا ہے کیا کلام ہوسکتا ہے ؟ حالانکہ انگریزمنؑ یہان والی اور عہدہ دار کفار کو مقرر کیا ہے ۔ کیونکہ جمعہ مسلمانون کی

بالتصریح اس بات کو بیان کیا ہے کہ حضرۃ مولا علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین ایک شہر مین متعدد جگہ عید کی نماز پڑھی گئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ نمازِ جمعہ اور عید دونون اس بارہ مین مساوی ہین۔ پس نماز جمعہ کی متعدد مقامات پر ادا کرنے مین کونسی قباحت ہے۔ پھر جبکہ ارشاد فرمایا ہے سرور کائنات علیہ التحیۃ والسلام نے علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین، کہ تم لوگون پر میری اور خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی ضروری ہے۔ پس متعدد جگہ نماز جمعہ کا ادا کرنا صرف ایک شہر مین سنت بھی ہے، کیونکہ سنت خلفاء عین سنت رسول ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اب چند دوسری شرائط ہین جنکو بھی مختصراً لکھتا ہون۔ مگر یاد رہے کہ ابھی تک جو گفتگو تھی وہ صرف پہلی شرط یعنے شہر کے متعلق تھی اور اس

(۲) دوسری شرط جو فقہا نے نماز جمعہ کیلئے ضروری قرار دی ہے وہ بادشاہ اسلامی یا اُس کے نائب کا موجود ہونا ہے اور اس کے حکم سے امام اور خطیب کا تقرر ہوتا ہے، نئی جگھون کو مصر مقرر کر کے نماز جمعہ کی اجازت دینا اور جہان پر نمازِ جمعہ ہوا کرتی ہو اُسکو اپنے معمولی پیرھانے کے ذریعہ سے روک دینا۔ یعنے یہ کہدینا کہ یہ اب شہر نہین ہے اس لئے اب یہان پر جمعہ نہو سکے گا، یا خود آنکر جمع عام

اگر بادشاہ اسلامی کی موجودگی مین جمعہ کریگا تو اس کا عذر مسموع نہو گا
پس ان لفظون سے شرط کا مفہوم ہی نہین نکلتا ہے، ایک دوسرا
استدلال حضرت حسن بصریؒ کی ذیل کی روایت سے کیا جاتا ہے
جس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

وعن الحسن البصری اربع الی السلطان وذکر منہا اقامۃ الجمعۃ والعیدین رواہ ابن ابی شیبہ

اس چیز سے واقف نہ ہو سکا کہ استدلال کس معنے کر کے ہے، لیکن مفہوم شرط اس سے بھی نہین سمجھا جاتا ہے، بلکہ یہ حدیث اس مفہوم مین واضح ہے کہ خلیفہ یا امام اولی بالامامت اور وہ بھی بطریق استحباب نہ کہ بطریق وجوب
مسلم مین ابی مسعود بن عمرو البدریؓ انصاری سے روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤم القوم اقرؤھم لکتاب اللہ فان کانوا فی القراءۃ سواء فاعلمھم بالسنۃ فان کانوا فی السنۃ سواء فاقدمھم ھجرۃ فان کانوا فی الھجرۃ سواء فاقدمھم سنا ولا یومن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز پڑھانے والا تمام مقتدیون سے کلام مجید زائد پڑھا ہوا ہو، لیکن مساوات کی صورت مین امام وہ شخص مقرر ہو کہ جو سنن اور احادیث کا واقفکار ہو مگر تساوی کی صورت مین نماز پڑھانے کا مستحق وہ ہے کہ جس نے پہلے ہجرت کی ہو لیکن اگر اس امر مین بھی سب برابر ہون

وتراضیہم ومن افتی بسقوط الجمعۃ لفقد شرط السلطان فقد ضل واضل ھذا۔

اتفاق اور مصلین کی رضامندی سے قائم ہوتا ہے اور جس شخص نے بھی سلطان کی شرط کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے جمعہ کے اہل ہند سے ساقط ہو جانے کا فتوی دیا ہے پس وہ یقیناً گمراہ ہو گیا۔ اس بات کو مضبوطی سے یاد رکھو۔

یہ گفتگو بر سبیل تذکرہ تھی، لیکن اصل واقعہ تو سن لیجئے۔ علمائے کرام نے جمعہ کے قائم کرنے کے لئے جو یہ شرط بیان کی ہے اُسکی وجہ سرورِ کائنات کا حسب ذیل ارشاد بیان کیا جاتا ہے کہ،

من ترکھا ولہ امام جائر او عادل فلا جمع اللہ شملہ

جس شخص نے جمعہ باوجود بادشاہ عادل یا ظالم کی موجودگی کے ترک کر دیا تو خدا اُس کی پراگندگی کا کچھ خیال نہ کریگا۔

اس حدیث کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ یہ ایک بہت طویل حدیث کا ٹکڑا ہے، جو کوئی بھی اس حدیث پر واقف ہے وہ اس سے یہ نہ سمجھیگا کہ سلطان کی شرط اس حدیث سے نکلی ہے۔ بلکہ اِس کا مطلب صاف لفظوں میں بس اِسقدر ہے کہ یہ حدیث انتہائی زجر و توبیخ کیلئے ہے۔ بالکل ظاہر بات ہے کہ ہم کسی چور سے کہیں کہ چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے، لیکن اگر تم دن دہاڑے یا بجلی کے قمقموں کی روشنی میں پولیس آفس کے سامنے چوری کروگے تو تمہارے ہاتھ بری طرح کاٹے جائیں گے۔ پس اِس کا مطلب سوائے اِس کے کیا ہوگا کہ انتہائی زجر و توبیخ ہے، پس اسیطرح ترک جمعہ کی وعیدیں ہیں کہ تارک جمعہ

شاہ صاحب کی زبانی ابن ابی شیبہ کی روایت کا مفہوم آپ نے سن لیا کہ وہ اس سے سلطان کی شرط نہیں سمجھتے ہیں بلکہ امامت میں دوسروں سے اسکو زائد حقدار سمجھتے ہیں لیکن اگر وہ امام نہ بنایا جاوے تو حرج بھی نہیں سمجھتے کیونکہ ایسا کرنا واجب ولازم بھی نہیں ہے جیسا کہ علماء کی موجودگی میں غیر عالم امامت کرتا ہے اور کچھ حرج واقع نہیں ہوتا ہے۔ لیکن ہدایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ،

"فی الحقیقت جمعہ ایک بڑے مجمع میں پڑھا جاتا ہے یا جمعہ کی نماز میں مجمع کثیر ہو ہی جاتا ہے اور جب لوگوں کی کثرت ہوتی ہے تو امام کو مقرر کرنے، خطیب کے متعین کرنے میں اور نیز ایسے ہی دوسرے امور میں لوگوں کے درمیان اُن کی اختلاف رائے کے باعث جھگڑا ہو جایا کرتا ہے، پس بادشاہ اسلامی یا اُس کے نائب کی موجودگی از بس ضروری ہے جو جمعہ کو قائم کرے، امام اور خطیب کا تقرر کرے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ لڑجھگڑ کر جماعت عظیم کو توڑ دیں اور علیحدہ علیحدہ مسجدوں میں جمعہ پڑھنے لگیں۔"

لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ باتیں حرف بحرف صحیح مان لینے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ سلطان کی شرط لابدی ہے کہ بغیر اُس کے جمعہ پڑھنا ہی ناجائز ہو جاوے، از اندے زائد جو بات ثابت ہوتی ہے وہ صرف

الرجل الرجل فی سلطانه، و المراد بسلطانه محل ولايته والموضع الذی يختص به۔

تو پھر عمر میں جو بڑا ہو وہ امامت کرے گا اور کوئی کسی کو امام نہ بنا دے وہاں کے سلطان کے مقابلہ میں کیونکہ پھر امامت کا حقدار زائد وہی ہے

پس آپ سمجھ سکتے ہو کہ یہ احادیث محض ندب پر محمول ہیں ان سے انعقاد جمعہ میں شرط سلطان کی سمجھنا کس قدر عقل اور نقل کے مخالف ہے فقہاء خود مستحقین امامت کا ذکر اسی نہج پر کرتے ہیں کہ اقرأ، زائد حقدار ہے اعلم سے وغیر ذلک، حضرۃ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس مضمون کو ذیل کے الفاظ میں واضح فرمایا ہے۔

واما امامت خلیفه یا نائب او پس امر مستمر بود، ومنشأ آن امر است تقدم والی در محل ولایت خود پس مخصوص باشد بحضور والی و بطریق استحباب باشد چنانکه تقدیم اقرأ بر اعلم و سائر نظائر مسئله۔ واثر حضرت علی رض که ارجع الی الامام الحدیث محمول بر ندب متقدم وال در محل ولایت خود است

اور لیکن خلیفۃ المسلمین یا اس کے نائب کی امامت جمعہ کیلئے، پس محض ایک قدیمی دستور تھا اور سبب اس کا یہ تھا کہ شہر یا دیہ کی حکومت کی جگہ امامت میں مقدم ہے پس یہ تقدم اس وقت ہوگا کہ جب والی موجود ہو اور محض مستحب ہوگا جیسا کہ اقرأ اعلم پہ وغیرہ ذلک مقدم ہوتے ہیں (کتب فقہ دیکھو- تفصیل آگے) اور ارشاد حضرت علی رض کا ارجع الی الامام ندب پر محمول ہے (غور کرو جو) یہ سب کچھ والی اپنی جگہ ولایت حکومت میں بطریق استحباب مقدم

ممکن ہوا اُسی وقت تک یہ معاملات اُن کے سپرد ہیں ورنہ پھر
جمعہ کے لئے بادشاہ کی شرط ہرگز نہ ہو گی"
اس مفہوم کی دوسری عبارت وہ ہے کہ جس کو حضرۃ شیخ
محمد عباسی مفتیٔ مصر نے شامی کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے کہ،
" ہمارے اساتذہ نے عقد اللآلی (نام کتاب) سے نقل کیا ہے
کہ" اگر بادشاہوں سے اُن کی لاپرواہیوں کی باعث امور دینیہ میں
اجازت جمعہ وغیرہ کی قیام کی لینا مشکل ہو جاوے جیسا کہ اس
دور کے بادشاہوں کا حال ہے تو اُس وقت خود لوگوں کو ایک
امام مقرر کر کے نماز جمعہ ادا کرنا چاہیئے"
ناظرین رسالہ ہذا کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہدایہ کی عبارت جو ہمنے
اوپر نقل کی ہے اُس سے عقلاً شرط سلطان مستحسن معلوم ہوتی،
نہ کہ شرعاً کیونکہ اوپر کے اقتباسات ایسے شرعی مفہوم سے
انکار کرتے ہیں۔ نیز محقق بے مثال حضرۃ شیخ عبد الحق محدث
دہلوی نے اس بات کو بالکل واضح فرما دیا ہے، چنانچہ
فتح المنان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ،
" حاصل تمام گفتگوؤں کا بس اسقدر ہو سکتا ہے کہ بادشاہ
اسلامی کی شرط جمعہ کے لئے عقلاً اولیٰ ہو نہ کہ شرعاً۔ کیونکہ

اس قدر ہے کہ بادشاہ کی موجودگی جمعہ کیلئے اولیٰ ہے تاکہ جمعہ کی جماعت میں تفریق نہ پڑے لیکن جب جمعہ پڑھا جانے لگے تو ظاہر ہے کہ یہ اولیٰ ہونا بھی جاتا رہے گا، اور بادشاہ کی موجودگی کی شرط ایک لایعنی شے ہو جائے گی، یہ ہے کل سرمایہ تحقیقات جو بلند آہنگیوں کے ساتھ دنیا کے سامنے مانعین کی جانب سے پیش ہوتی رہتی ہے

حقیقت اور واقعہ صرف اسقدر ہے کہ زمانہ سلف میں شعائر اسلامی مثلاً قیام جمعہ اور عیدین وغیرہ کا کام بادشاہِ اسلامی یا اس کے قائمقام کو سپرد کر دیا گیا تھا۔ کون بادشاہ؟ اِس امر کی تفصیل کرتے ہوئے جامع الرموز میں لکھا ہے کہ اِس مطلب کے لیئے بادشاہ کا لفظ جو بولا جاتا ہے اُس کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ وہ ایسا والی ہو کہ جس پہ کوئی دوسرا والی باج اور خراج کا لینے والا نہ ہو، عام اِس سے کہ وہ عدل کرتا ہو یا ظلم کرتا ہو کوئی قید نہیں ہے۔ لیکن صلوۃ جلالی وغیرہ میں مرقوم ہے کہ زمانہ سلف میں یہ معاملات جو بادشاہوں کو انتظام کی خاطر سپرد کر دئیے گئے تھے اُس کا مطلب یہ نہ تھا کہ اگر وہ نہ چاہیں تو جمعہ بند کر دیا جائے، بلکہ اُن کے سپرد جتنے معاملات کئے گئے تھے تو یہ صورت اُس میں ملحوظ تھی کہ،

"جب تک بادشاہوں سے جمعہ وغیرہ کے قیام کی اجازت لینا

استدلال یقیناً غلط ہے، پس اُس کے قول کی وجہ سے یہ بات ہرگز ثابت نہ ہوگی کہ صحت جمعہ کے لیے سلطان کی شرط ضروری ہے، کیونکہ جن دلائل سے جمعہ فرض ہے وہ بالکل مطلق ہیں، اُن میں ایسی کوئی قید نہیں ہے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ امام کے تقرر میں عام پبلک کے مختلف خیالات ہوجایا کرتے ہیں، جو جھگڑے کا باعث ہوتے ہیں، تو یہ بات امام جمعہ کے لیے کب مخصوص ہے، پنجوقتی نماز کے اماموں کے مقرر کرنے میں بھی تو ایسا ہی ہوا کرتا ہے، مگر پھر ایک آدمی کو لوگ امام بنا ہی لیتے ہیں، پس اسی طرح جھگڑ کر آپس میں ایک رائے پر ٹھہر کر جمعہ کا امام بھی مقرر کر ہی لیں گے علاوہ بریں اہم ترین واقعہ جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سلطان کا اذن اِس بارہ میں ضروری نہیں ہے، وہ عہد صحابہ کا زبردست واقعہ ہے کہ حضور امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتنہ کے زمانہ میں اصح ترین روایت کی بنا پر چالیس روز تک اپنے گھر میں محصور رہے اور صحابہ کرام نے اُن سے امامت بنانے کے لئے کوئی اذن طلب نہیں کیا۔ کیونکہ ان مردود دہشت گردوں نے لوگوں کو اس کا موقع ہی نہ دیا کہ وہ حضرت خلیفہ سے اپنا اذن طلب کرتے، مگر صحابہ کرام نے پنجوقتی نماز میں بھی باجماعت

شریعت ایسے قیود کو کب پسند کر سکتی ہے کہ جمعہ کی ادائگی بادشاہ پر منحصر رہ جاوے اور بغیر اُس کے جمعہ جائز ہی نہ ہو سکے، یا ظہر پڑھنا واجب ہو جاوے۔"

لیکن یہ بات اسی جگہ ختم نہ ہوئی اور لوگ جو کہ جمعہ کی فرضیت کے دشمن ہین (نہین بلکہ خود اپنی عقل کے دشمن ہین) ہدآیہ کی اوپر والی عبارت کیطرح طرح سے توجیہین بیان کرکے عوام اور جہلار کو گمراہ کرتے رہتے ہین۔ اس بات کو حضرۃ بحر العلوم ابو العیاش مولانا عبد العلی فرنگی محلی نے دو سو برس پہلے محسوس کرکے خوب عمدہ جواب تحریر فرمایا تھا، عربی نہ جاننے کے سبب عوام اس سے غافل ہین۔ اس لئے ہم اس جگہ پر اُن ہی کتاب ارکان سے ترجمہ نقل کرتے ہین، تحریر فرماتے ہین کہ،

"مین آج تک ایسی کوئی دلیل شرعی معلوم نہ کر سکا کہ جس کی رو سے یہ کہا جاوے کہ بادشاہ کی موجودگی یا اُس کا اذن جمعہ کے لئے شرعًا ضروری ہے، جو لوگ ہدآیہ کا قول اس بارہ مین پیش کرتے ہین ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کوئی دلیل شرعی ہرگز نہین ہے، بلکہ وہ تو مرغینانی صاحب ہدآیہ کا قول ہے یا اُسکی ذاتی رائے ہے، اور کسی کی ذاتی رائے سے ایسے اہم امور شرعیہ

تمام بحث کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

(۳) تیسری شرط "وقت ظہر" ہے، اگرچہ تمام نمازوں میں وقت شرط ہے مگر جمعہ میں خصوصیت باین معنے ہے کہ جمعہ زوال آفتاب سے پہلے ادا ہی نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ کسی صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام سے زوال آفتاب کے پہلے جمعہ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ بخاری نے حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ سرور کائنات اُس وقت جمعہ کی نماز ادا فرماتے تھے، جبکہ آفتاب مائل ہو جاتا تھا، یعنی زوال کے بعد نماز پڑھتے تھے، نیز مسلم نے بھی ایسا ہی کچھ حضرت سلمہ سے روایت کیا ہے، پس جس نے بھی زوال سے قبل جمعہ کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اس نے غلطی یقیناً کی ہے۔

اس کے علاوہ چونکہ "وقت ظہر" شرط ہے اس واسطے اسی مخصوص وقت کے اندر جمعہ ادا کیا جاوے گا، لیکن اگر وقت ظہر کے ختم ہونے کے بعد اور عصر کے وقت کے شروع ہونے کے وقت نماز پڑھنے کا موقع آوے تو پھر یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ قضا جمعہ کی نہ پڑھی جاوے گی، کیونکہ جو وقت اُس کے لئے مقرر تھا وہ فوت ہوا تو جمعہ بھی فوت ہو گیا۔ اذا فات الشرط فات المشروط اب قضا میں ظہر کی نماز پڑھی جاوے گی، کیونکہ ایسا ہی حضور صلی اللہ

پڑھین اور ان چالیس دنون مین متعدد جمعہ بھی قائم کیئے (شبہ نہ کیا جاوے کہ جب حضرت خلیفہ سے ملاقات ممکن نہ تھی تو اذن لینا بھی ممکن نہ تھا۔ کیونکہ اجلۂ صحابہ کی ملاقاتین اور جناب مولا علیؓ کی ملاقات بھی ثابت ہے، مگر ایسا اذن لینا ثابت نہین ہے) پس معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک سلطان یا سلطان کا اذن نماز جمعہ کے لئے ہرگز شرط نہ تھا، ورنہ ہرگز جمعہ اسوقت نہ قائم کیا جاتا۔ پس غالباً علمارِ متحققین نے اسی واقعہ کی بنا پر اپنی رائے بدل دی ہے اور عام مصلیون کی رائے پر چھوڑ دیا ہے کہ جسکو چاہین اپنا امام بنا لین اور نماز جمعہ ادا کرین"

دیکھا آپ نے کہ بحر العلوم کی اس طویل عبارت نے کس قدر اہم گتھیان سلجھا کر رکھدین، اب ہماری تحقیق کردہ رائے پر کوئی اعتراض کرے تو سہی ؟

خدا کا شکر ہے کہ اس بحث کا ہر پہلو مفصل مذکور ہو چکا ہے اس لئے ختم کیا جاتا ہے، اب اس کے بعد بھی کوئی دھوکہ کھائے تو وہ دھوکہ نہ ہوگا بلکہ جان بوجھکر حق سے اعراض ہوگا اور خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی یاد رکھو کہ جمعہ کے لئے سلطان کی شرط ضروری نہین ہے، یہی

(۳) آنحضرت، صحابہ اور الی یومنا ہٰذا ہر کس وناکس کا عمل بھی بالاستمرار دلالت کرتا ہے کہ خطبہ ضروری اور لابدی چیز ہے۔

اور خطبہ زوال کے بعد پڑھنا چاہیئے (اگر زوال کے قبل پڑھا جاوے تو اعادہ ضروری ہوگا) اس جگہ دارقطنی کی روایت سے سند پکڑنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ سلسلہ رواۃ ضعیف ہے، جیسا کہ زیلعی، ابن ہمام اور عینی وغیرہ نے بیان کیا ہے، دارقطنی کی روایت یہ ہے کہ حضورؐ، ابوبکرؓ اور عمرؓ نے زوال آفتاب سے قبل خطبہ دیا ہے، سند ضعیف ہونیکے علاوہ بیسیوں صحیح ترین حدیثوں کے مخالف بھی، اور خطبہ کو قبل نماز کی ہونا چاہیئے، یعنے پہلے خطبہ پڑھا جاوے، پھر اس کے بعد نماز ادا کیجاوے خطبہ کی بہترین صورت یہ ہے کہ پہلے خطبہ مین حمد اور تسبیح وتہلیل یا رہنمائی کے لئے ہو اور قرآن مجید کی کچھ آیتین بھی پڑھی جاوین اور درود وسلام حضور سرور کائنات کی روح پر فتوح پر بھیجا جاوے اور دوسرے خطبہ مین خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور حضرۃ عباس وحمزہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کرے اور مومنین صالحین کے لئے دعا کرے، کیونکہ خطبہ کی یہی صورت مشرق سے لیکر مغرب تک علماء کے درمیان معمول بہ ہے، اور سرور کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان جس کام کو پسند کرین وہ خدا کے نزدیک بھی پسندیدہ ہوگا۔ (ما راٰہ المومنون حسن

علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے۔ شرح موطا میں مرقوم ہے کہ

و اما وقت ظہر پس شرط جمعہ است زیرا کہ بسیارے شد کہ جمعہ فوت شدے و قضائے بر صورت ظہر میکردند نہ بر صورت جمعہ و درین مسئلہ اتفاق امت مرحومہ یا جمہور آن ظاہر مے شود۔	اور لیکن ظہر کا وقت پس جمعہ کیلئے شرط ہے کیونکہ بسا ایسا ہوا ہے کہ جمعہ فوت ہو گیا ہے اور قضا میں ظہر کی نماز اُن لوگوں (حضور و صحابہ) نے پڑھی ہے جمعہ کی قضا نہیں پڑھی (کیونکہ وقت ظہر فوت ہو گیا تو مشروط بھی فوت ہو گیا) اور یہ مسئلہ امت مرحومہ اور جمہور مسلمین کا متفق علیہ ہے۔

(۴) چوتھی شرط، خطبہ جمعہ ہے، بیہقی نے زہری سے روایت بیان کی ہے کہ جمعہ ادا ہی نہ ہوگا بغیر خطبہ کے اور ظاہر ہے کہ اگر خطبہ جمعہ کیلئے ضروری نہ ہوتا تو یقیناً حضور تمام عمر میں ایک آدھ مرتبہ اُسکو ترک فرما دیتے تاکہ امت کو معلوم ہو جائے کہ ترک بھی جائز ہے، مگر ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے، البتہ اس کے ضروری ہونے پر مختلف امور دلالت کرتے ہیں۔

(۱) قرآن مجید میں ہے فاسعوا الی ذکر اللہ یعنے اللہ کے ذکر کی جانب دوڑو اور یہاں ذکر سے باتفاق خطبہ ہی مراد ہے۔

(۲) شیخین سے روایت ہے، فاذا خطب الامام طووا صحفہم واستمعوا الذکر یعنے جب امام خطبہ پڑھے تو قرآن مجید بند کر دو اور خطبہ سنو۔

جس طرح مروی ہین اسی طرح ان کا کرنا ضروری ہے، اُن مین ترامیم نادرست ہی نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔ کیونکہ ایسی ترمیم کا اختیار صرف شارع علیہ الصلاۃ کو ہے اور بعد مین نسخ شریعت چونکہ ممکن نہین ہے اس واسطے ترمیم عبادات بھی ناممکن ہے، عبادات کی دو قسمین ہین۔

(۱) عبادتِ مقصودہ، وہ عبادت ہے کہ جس طرح پر بیان و افعال حضرۃ شارع سے ثابت ہے اسی طرح کیجاوے، زمان و اقوام کی ضروریات و روایات کا ان پر کچھ اثر نہ ہو، جیسے نماز و روزہ وغیرہ اور اُن کے ارکان

(۲) عبادات غیر مقصودہ، وہ عبادتین ہین کہ جس طرح پر افعال حضرۃ شارع سے ثابت ہون اوسی طرح کرنا کچھ ضرور نہین ہے، زمان اور اقوام کی ضروریات اور روایات کے اثر سے بدل سکین، مثلاً جہاد کہ کچھ ضرور نہین ہے کہ تیر و تلوار، نیزہ و بھالے سے ہی ہو، رواج زمانہ اور ضرورتِ وقت کے لحاظ سے بندوق، توپ اور طرح طرح کی گیسون کے ذریعہ سے بھی کیا جاسکتا ہے۔

پس خطبہ عبادت مقصودہ ہے، ازین قبیل اشعار ہین کہ وہ خواہ عربی ہی کے کیون نہ ہون مطلقاً مکروہ تحریمی ہین، جن سے تحرز لازمی ہے۔

(۲) خطبہ دوسری زبانون مین حسب ضرورت پڑھا جاوے، کیونکہ وعظ ہی اور نصیحت زبان سامعین مین ہونا چاہیئے تاکہ اُسکو لوگ سمجھ سکین وغیرہ وغیرہ۔

فھو عند اللہ حسن) پس خطبہ مین جمہور مومنین کا یہی طریقہ ہے اور اسی پر عمل مناسب ہے

زبانِ خطبہ موجودہ دور مین علمار کے درمیان یہ مسئلہ بہت اہم ہے دو خیال کے لوگ موجود ہین، اُن کے خیالات نمبر وار حسب ذیل ہین۔

(۱) خطبہ مطلقاً عربی زبان ہی مین پڑھا جاوے دوسری زبانون مین بالکل جائز نہین ہے، کیونکہ سنت متوارثہ کے صراحتاً مخالف ہے، عہد صحابہ مین باوجود ضرورت اور دوسری زبانون سے واقفیت کے دوسری زبانون مین نہ پڑھا گیا، پس عربی ہی مین پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ سنت متوارثہ کا مخالف حرام ہوتا ہے، مصفیٰ شرح موطا مین مرقوم ہے، کہ

وعربی بودن نیز بجہۃ عمل مستمر مسلمین در مشارق ومغارب باوجود آنکہ در بسیارے از اقالیم مخاطبان عجمی بودند۔	اور خطبہ کا عربی زبان مین ہونا بھی ضرور ہے اس واسطے کہ مشرق اور مغرب مین ہر جگہ ہمیشہ سے مسلمانون کا اس پر عمل تھا، باوجودیکہ بہت سے ملکون مین سامعین عربی زبان سے ناواقف تھے۔

شبہ نہ کیا جاوے کہ خطبہ وعظ ہے اور وعظ کی زبان اہتمام فائدہ کیلئے سامعین کی زبان ہونا چاہئے، کیونکہ خطبہ وعظ محض نہین ہے، جیسا کہ خطبات نبوی اور اصحاب وعلم جراً کے مطالعہ کرنے والون پر یہ امر پوشیدہ نہین ہے، علاوہ برین خطبہ عبادت مقصودہ ہے اور عبادات مقصودہ

شرط ہے۔ شاہ صاحب ولی اللہ محدث دہلوی نے تحریر فرمایا ہے اگر

اما جماعت پس لازم جمعہ است،	نماز جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا لازمی ہے
و بے شبہ اکثر اوقات جماعت	بلاشبہ اکثر اوقات عظیم جماعت ہوتی تھی،
جماعت عظیمہ ے بود ولہذا بیہقی از	چنانچہ بیہقی نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے
ابن مسعودؓ نقل ے کند انہ صلی اللہ	کہ آنحضورؐ نے مدینہ منورہ میں جمعہ پڑھا اور
علیہ وسلم جمع بالمدینۃ وکانوا اربعین رجلاً	آپ چالیس آدمی تھے۔

پس امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک بچوں، عورتوں کے علاوہ تین مرد ہونا چاہئیں اور امام جمعہ چوتھا آدمی ہو۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک دو مرد امام جمعہ کے علاوہ ہوں گے تو جمعہ درست ہو جاوے گا لیکن اس بیان کردہ تعداد سے کم جماعت سے جمعہ درست نہ ہوگا پس دو آدمی ایسے کہ اُن میں ایک امام ہو اگر جمعہ پڑھیں تو نادرست ہوگا۔ اور ظہر پڑھنا ضروری ہوگا۔

(۶) اذن عام۔ یہ چھٹی شرط ہے جمعہ کے لئے۔ حالانکہ صاحب ہدایہ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے اور ظاہر الروایت میں بھی اس کا کچھ پتہ نہیں ہے، مگر متون کی کتابوں میں یہ شرط بھی تقریباً ہر ایک میں لکھی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ جماعت میں حاضر ہونا چاہیں اُن کے لئے جامع مسجد کا دروازہ کھلا ہو، پس اگر بند کر دیا جاوے

دلائل طرفین لکھنے کا موقعہ نہین ہے کہ بحث طویل ہو جاوے، صحیح رائے اوپر مکتوب ہے اور فریق ثانی کے دلائل تارِ عنکبوت سے زائد وقیع نہین ہین، کون ہندی مسلمان سورۂ فاتحہ کا ترجمہ سمجھتا ہے؟ ادعیۂ واذکارِ صلوٰۃ کا مطلب کس کو معلوم ہے؟ پھر یہ اُردو، انگریزی گجراتی وغیرہ مین کیون نہین پڑھی جاتین؟ یہ ایسے امور ہین کہ جن کا کوئی عاقل قائل نہین ہے (پس خطبہ بھی تو ویسا ہی امر ہے) اِس موقعہ پر بعض لوگ سراج الامۃ امام ابو حنیفہ کے اُس مسلک سے سند پکڑتے ہین، جس کی وجہ سے نماز مین سورۂ فاتحہ کا فارسی ترجمہ پڑھنا اُن کے نزدیک جائز ہے اور اُسی سے خطبہ کی زبان بدلنے پر استدلال کرتے ہین، پس یہ امر دو طرح سے قابل استناد نہین ہے۔ اول تو امام صاحب نے اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے، پس سابق کے قول پر استناد کیسے جائز ہو گا، جس کی غلطی انھون نے خود محسوس کر لی تھی اور دوسرے یہ کہ اُن کے اسی قول پر فتویٰ بھی نہ تھا، اس وقت بھی فتویٰ صاحبین کے قول پر تھا۔

(۵) پانچوین شرط جمعہ کے لئے جماعت ہے، یون تو ہر نماز کیلئے جماعت سنت موکدت کیا بلکہ قریب بہ واجب ہے، مگر جمعہ کی نماز بغیر جماعت کے ادا کرنا درست ہی نہین ہے، کیونکہ جمعہ مین جماعت

ضرورت شرعی کی وجہ سے کیونکہ اسپر عمل کرنے سے حرج شرعی واقع نہین ہوتا تھا، کوئی شخص اسوجہ سے بدعتی اور گمراہ وغیرہ کا خطاب ہم کو ندے، اور اگر دے تو ہم اس پر راضی ہین۔

مانعین جمعہ مین سے ہر ہر فرد سے التماس ہے کہ وہ ان سطور مین غور کرین اگر قابل التفات ہون تو عمل کرین ورنہ اُن کی تردید کر کے ثابت کرین کہ خدا اور رسول کے حکم کے مخالف ہین، اگر ایسا کیا گیا تو مین بہت خوش ہوونگا۔

مین علم اور کتب کے دونون حیثیات سے بے بضاعت ہون پھر اس نہج پر اس تفصیل کے ساتھ اردو کی پہلی تالیف کی ہے، اس واسطے بہت ممکن ہے کہ مضمون جا بجا سو تشنہ اور مرہون تشریح ہو، مگر جو اس کے بعد اس مضمون پر قلم اُٹھائیگا وہ زائد واضح تحریر کر سکیگا

وھذا اٰخر کلامنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین اٰمین ثم اٰمین

ثم اٰمین الٰہی بحق طٰہٰ ویٰسین وآلہ الطیبین الطاہرین

اور بند کرکے چند لوگ مثل بادشاہ اور اُس کے امراء کے نماز ادا کرین تو ان کا جمعہ صحیح نہ ہوگا، بلکہ پھر ظہر کی نماز اُن کو ادا کرنی ہوگی۔

خاتمہ

ناظرین! ہم اپنی طرف سے از خود شریعت مین کچھ زیادہ کرنا بُرا سمجھتے ہین اور جو اس کا مرتکب ہو اس کو بھی برا جانتے ہین، ہم حق کی پیروی بلا خوف لومۃ لائم کے کرنے کو مستحسن سمجھتے ہین، اور ایسا کرنے والون کو اچھا جانتے ہین، ہم اِس کی پرواہ نہین کرتے کہ ہمارا کلام کورانہ تقلید سے پرے ہے اور ہم اِس سے بھی نہین ڈرتے کہ بعض جگہ ہماری تحریر سے اگلون کا نقص کھُلتا ہے، کیونکہ اِس طور پر حق واضح ہوتا ہے، البتہ یہ بُرا ہے کہ اگلون کا نقص چھپانے کے لیے کتمان حق کیا جاوے، اگلون ہی کی پیروی کو باعث فخر سمجھتے ہین اور اسکو خدا اور رسول کے حکم کے مطابق خیال کرتے ہین، جب تک کہ کوئی بدیہی غلطی اُس مین نہ ظاہر ہو جاوے، ہم جزئیات مسائل تک مین امام الائمہ حضرت ابوحنیفہ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کے مذہب کی پیروی کرتے ہین اور اُس کے خلاف گمراہی سمجھتے ہین، لیکن آراء امام پر جب عمل ناممکن ہو تو ممکن صورت پر عمل کرنا ہی موجب ثواب سمجھتے ہین پس ہرگاہ کہ تعریفات شہر مین رائے امام سے اختلاف کیا ہے (صرف ہمنے ہی نہین بلکہ اگلون مین سے علماء راسخین نے بھی) اور وہ بھی

(۲) مانعین۔ وہ حضرات ہین کہ جو سرے سے کسی نہ کسی وجہ سے یا یون ہی بلا وجہ کے بیان کے، اسوہین جمعہ پڑھنا ناجائز اور ظہر کی نماز جمعہ کے روز واجب سمجھتے ہین۔

جابجا ارشاداتِ علما پر نوٹ لکھدیا گیا ہے، کہین تو اس وجہ سے کہ رائے کی غلطی واضح تھی اور کہین کسی دوسری وجہ سے جو پڑھنے والون پر پوشیدہ نہ رہے گی اور بلا کسی حرف کی تحریف کئے ہوئے ایک ایک حروف ہر ایک مجیب کا نقل کیا گیا ہے اور احتیاطاً اصل تحریر محفوظ کر دی گئی ہین تاکہ ضرورتمند اصحاب امام صاحب بسو کے پاس اُن کا مطالعہ کر سکین اور شک کے موقعہ پر تشفی حاصل کر سکین۔

مین اس مجموعہ کو عامہ اہل اسلام کے سامنے پیش کرتے وقت مجیب الدعوات کے دربار مین مستدعی ہون کہ وہ لوگون کو اس سے مستفید فرمائے اور صحیح مسلک اور رائے پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، وما توفیقی الا باللہ۔

جامع،
فقیر محمد رفعت اللہ الصدیقی چشتی صابری



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ وبہ نستعین ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم۔ مسلمانان پالن پور اسٹیٹ کو عزیز گرامی جناب مولوی عثمان احمد صاحب امام مسجد بسو کا مشکور ہونا چاہیئے کہ موصوف نے انتہائی کوشش سے ہندوستان کے نامور علماء کے فرامین حاصل کئے، مین بیحد مشکور ہون کہ اُنھون نے کتاب "الجمعۃ والہند" کے آخر مین اسکو شائع فرمایا، کیونکہ اس مجموعۂ فتاویٰ سے ہمارے اکثر بیانات کی تصدیق بھی ہوتی ہے، علی الخصوص بسو اور اس کے مانند آبادیون مین جمعہ پڑھنا کا صریح حکم معلوم ہوتا ہے یہ فتاوے چونکہ بسو مین عزیز مذکور الصدر کے پاس موصول ہوئے ہین اسواسطے مجھ کو علم نہین کہ وہ کس ترتیب سے آئے اُس لئے ان کے جمع وترتیب مین اس امر کا لحاظ مشکل ہے، البتہ مین نے ان ارشادات کو دو حصہ پایا اور انھین کو اصول قرار دے کر فتاوے کو ترتیب دیتا ہون۔

(۱) مجوزین۔ وہ لوگ کہ جن کی تحریرات قیام جمعہ کی تائید مین ہین، ان کو بسو مین وجوب جمعہ مین کوئی شک نہین ہے،

جوابات علماء مجوزین -

۱
از حضرۂ زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین سید شاہ پیر غلام علی
چشتی قادری مدظلہ من اتباع حضرت پیر مشائخ رحمۃ اللہ علیہ

بلا شبہ موضع مذکور میں جمعہ فرض ہے . تارک اس کا فرض کا تارک ہے،
من ترک الجمعۃ من غیر ضرورۃ کتب منافقا فی کتاب لا یمحی
ولا یبدل
الفقیر العاصی سید غلام علی چشتی قادری دادر بمبی -

۲
از حضرت مولانا مولوی حافظ محمد شفیع حجۃ اللہ صاحب انصاری،
فرنگی محلی سابق مدرس و مفتی مدرسہ نظامیہ پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

ہو المغنی : صورت مسئولہ میں بلا خطر اور بلا شبہ نماز جمعہ ادا کی جاوے
اور مانعین کے اصرار شدید کا کچھ لحاظ نہ کیا جاوے، مانعین کو باٗشتی و
نرمی سمجھایا جاوے کہ وہ بھی نماز جمعہ میں ضرور شریک ہوا کریں،
زائد سے زائد یہ کریں کہ نماز جمعہ میں شرکت کے بعد ظہر کی نماز علیحدہ
علیحدہ پڑھ لیا کریں (جماعت سے نہیں) کہ اس طرح نماز جمعہ میں
شریک ہونے سے ان کا کچھ نقصان بھی نہ ہوگا اور مسلمانوں میں
اجتماع اور اتحاد قائم کرنے کا ثواب علیحدہ ملیگا - واللہ اعلم -

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل مین کہ بسو (ریاست پالن پور کا) ایک گاؤن ہے جس مین حسب ذیل امور کی بنا پر تقریباً پچیس ۲۵ سال سے اب تک برابر جمعہ پڑھا جاتا رہا ہے۔

(۱) ضروریات زندگی مین روزانہ کام آنے والی اشیاء اہل بسو کو بسہولت تمام دستیاب ہو جاتی ہین۔

(۲) باعتبار آبادی کے مسلمانون کے تین سو دس (۳۱۰) گھر ہین، جو قریہ کبیر (جہان تیس گھر یا تیس سے زائد گھر ہون) سے بھی باعتبار تعداد کے کئی گنے ہین۔

(۳) صرف ایک مسجد ہے، اگر تمام مکلفین یسو جمع ہون تو مسجد بھر جاتی ہے بلکہ جامع کم پڑتی ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان امور کی موجودگی مین نماز جمعہ مقام مذکور مین بلا خطرہ ادا کیجاوے یا مانعین کے اصرار شدید سے بند کر دیجاوے۔ بینوا و توجروا۔ فقط احقر عثمان احمد امام مسجد بسو ریاست پالن پور ضلع بنجر(؟)

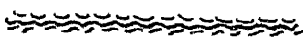
جناب مولانا الحاج الحافظ محمد اسلم صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کے نام پر صادر ہوا۔ حضرۃ مولانا آنکھون کی معذوری سے جواب فتویٰ آپ تحریر نہین فرماتی لیکن اپنی شرعی رائے ظاہر فرما دیا کرتے ہین، حضرۃ مولانا فرماتے ہین کہ مصر کی چند تعریفین بین لکھوائے دیتا ہون اگر کوئی بھی صادق آجاوے یا فنائے مصر کا اطلاق ہوسکے تو نماز جمعہ جو پچیس سال سے بصورت شعار اسلامی رائج ہے ترک نہ کرنا چاہئے۔

(۱) مصر وہ مقام ہے جہان متعدد مسجدین ہون اور ان مین سب سے بڑی مسجد مسلم عاقلین، بالغین کی گنجائش نہ رکھتی ہو۔

(۲) مصر وہ مقام ہے کہ جہان متعدد بازارین ہون اور بہت سے گلی کوچے ہون۔ (۳) یا کم از کم دس ہزار کی آبادی ہو۔

(۴) فنا مصر وہ مقام ہے کہ جو مصر کے قریب ہو اور مصر کے ضروریات وہان پوری کئے جاتے ہون، مثلاً مصر کا قبرستان یہان ہو یا یہ مقام شہر کے گھوڑدوڑ و چاند ماری کے لئے قرار دیا گیا ہو اور شہر کی آواز کچھ نہ کچھ وہان آجاتی ہو، اگر یہ کوئی تعریف صادق نہ آسکے تو ایک جزئیہ حاشیۂ شامی مین تحریر ہے کہ مسلم رئیس نے جس کا قبضہ اُس گاؤن پر ہو اُس مسجد کے بنانے کی اجازت دی ہو تو پھر اجازت شرعاً اذن صلوٰۃ الجمعہ کے لئے کافی ہوگی، اگر یہ صورت بھی ناممکن ہے کہ نواب پالن پور وغیرہ کی

کتبہٗ محمد شفیع حجۃ اللہ الانصاری، فرنگی محل لکھنؤ۔



نمبر ۳

از حضرۃ مولانا مولوی مفتی محمد عبد القادر صاحب انصاری
مفتیٔ اعظم دار العلم والعمل فرنگی محل لکھنؤ۔ ہو

ہو الصوب۔ صورت مسئولہ میں ایسی جگہ پر جبکہ حکومت اسلامی بھی ہے
نماز پڑھنا درست ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

محمد عبد القادر عفا اللہ عنہ فرنگی محل لکھنؤ



نمبر ۴

از جناب مولوی حاجی، حافظ محمد حید رعبد القدیر صاحب انصاری
حفید خاتم الفقہاء والمحدثین حضرۃ ملا مبین فرنگی محلی لکھنوی

صورت مسئولہ میں ایسی جگہ جہاں حکومت اسلامی بھی ہے، نماز
جمعہ پڑھنا درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ محمد حیدر انصاری فرنگی محل لکھنؤ



نمبر ۵

از حضرت مولانا مولوی محمد اسلم صاحب من احفاد حضرۃ
عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی لکھنؤ

محب العلماء دام مکارمہ۔ السلام علیکم آپکا استفتاء حضرت والا عید

اهنالك مصر يقيم فيها الجمعة او الكسوة المصر ودية وان يكون هنالك اهل
حرف خبزا لم اليهم تفتقر اليها البلاد الاخرى، اهل الكان عن اجتهاد وقدس
سره اوجه رواية - والله اعلم - پس ایسی جگھوں پر جمعہ بند کرنیکا
حکم دینا سراسر جہالت پہنچی ہے اور کار خیر سے روکنا ہے، بلا خطر نماز جمعہ
ادا کیجاسکتی ہے، فرض احتیاطی ظہر تنہا تنہا پڑھ لیا کریں۔ کاش کہ بجائے بند کرانیکے
احتیاطی ظہر بلا جماعت پڑھنے کا حکم دیا جاتا، جیساکہ بعض روایات میں ہے۔

حررہٗ، محمد ابراہیم قادری غفرلہٗ

از جناب مولوی عزیز احمد قادری مفتی دار العلوم عالیہ قادریہ بدایوں

بیشک موضع مذکور میں جمعہ بند نہ کرنا چاہیئے کہ فرائض اسلام کی ادائیگی
میں سستی ہو رہی ہے، عوام کو ایک حیلہ ہاتھ آجائے گا، حضرت مولےٰ علی
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے نماز عید کے بعد عیدگاہ میں ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا
لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اسے منع کیوں نہیں فرماتے، آپ نے فرمایا
کہ میں اس وعید سے ڈرتا ہوں ارأیت الذی ینھی عبدا اذا صلی
(ترجمہ) کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا کہ بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو وہ اُسکو
منع کرتا ہے، اور آپ نے اُسکو نماز پڑھنے سے نہ روکا۔ موضع مذکور
پر بعض فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق مصر کی تعریف صادق آتی ہے
لہذا بیشک جمعہ ادا کرنا چاہیئے اور بعد جمعہ چار رکعت احتیاطی ظہر پڑھنا چاہیئے

بات ... پہنچی وہاں کے مسلمان اس کو پچیس سالہ شعار اسلامی
... چھوڑ دینے پر سخت شرعی توہین اسلامی جان کر تیار
نہیں ہیں تو یہ فریضہ کہ ظہر ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہو سکتی ہے بدرجہ
مجبوری ... احتیاط ظہر کے بغیر چارہ کار نہیں ہے، واللہ اعلم۔
... حضرت مولانا ارشاد فرماتے ہیں کہ زیادہ تحقیق کتب
فقہیہ سے بسبب ضعف ... چشم کے میں قاصر ہوں، دیگر علماء ہندوستان سے
مشورہ فرمائیے میں دعا کرتا ہوں کہ کوئی ایسی شرعی صورت نکل آوے
... یہ پچیس سالہ شعار اسلامی آپ لوگوں سے ترک نہ ہونے پائے۔
... اسلام طالب دعا۔ فقیر حقیر ابو الفخر محمد ناصر ابن حضرۃ مولانا ظلہ العالی
فرنگی محل لکھنؤ

حضرۃ مولانا محمد ابراہیم صاحب قادری بدایونی۔

الجواب: - ایسے بڑے گاؤں جن کا سوال میں ذکر ہے بتصریح بعض فقہائے
کرام حکم مصر میں ہیں۔ قہستانی میں ہے وَتَقَعُ فَرْضًا فِي الْقَصَبَاتِ وَ
الْقُرَى الْكَبِيرَةِ الَّتِي فِيهَا اَسْوَاقٌ اور اسپر بعض متاخرین کا
عمل رہا ہے۔ ارکان اربعہ میں علامہ بحر العلوم نے تحریر فرمایا ہے، وَ
كَانَ مُعَلِّمُ الْاَسْرَارِ اَبِي قدس سرہ يُفْتِي بِاَنَّ الْمِصْرَ مَوْضِعٌ
يَنْدَفِعُ فِيهِ حَاجَةُ الْاِنْسَانِ الضَّرُوْرِيَّةُ مِنَ الْاَكْلِ بِاَنْ يَكُوْنَ

از جناب مولانا نور محمد صاحب دہلوی مدظلہٗ

جواب، جمعہ کی نماز ہو جاتی ہے، فقہا کا صرف یہ مطلب ہے کہ لوگوں کے اجتماع مخل عمل نہ ہوں اور امن کا انتظام ہو، جب وہاں لوگوں کے جمع ہونے میں بدامنی نہیں ہے۔ امن ہے تو پھر جمعہ کی نماز سے منع کرنا ظلم ہے، اور خاصکر موجودہ زمانہ میں لوگوں کو منع کرنا گویا کہ دین کے شعائر اور احساس ذوق و شوق کو بجھاتا ہے جو ایک ایسا ظلم ہے کہ معاف نہ ہوگا، پس آپ لوگ جمعہ کی نماز پڑھیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں، مگر جو اس کے مخالف ہیں ان سے لڑیں یا جھگڑا نہ کریں، وہ اپنے رستہ پر رہیں تم اپنے رستہ پر رہو۔ خادم العلماء، نور محمد دہلی۔

از حضرت قدوۃ السالکین خطیب العلماء جناب مولانا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواری شریف

مرحوم و مغفور روایات

الجواب: صورت مسئولہ میں نماز جمعہ ضرور جاری رکھنی چاہیے۔

المجیب: غلام حسین مدنی مفتی دفتر [illegible]

صح الجواب، محمد سلیمان۔ الجواب صحیح، حسین میاں پھلواروی۔

واللہ اعلم بالصواب ۔ فقط حررہ عزیز احمد قادری دار العلوم عالیہ قادریہ بدایوں

از حضرۃ خطیب العلماء مولانا مولوی محمد عبد الحامد القادری بدایونی ناظم جمعیۃ العلماء صوبہ متحدہ یوپی مدظلہ

الجواب واللہ الملہم الصدق والصواب، صورت مسئولہ میں موجودگی امور مذکورۂ سوال نمازِ جمعہ قصبہ بسو میں بلا خطر ادا کی جائے، ایسے قریہ کو فقہاء متاخرین نے حکم مصر میں شامل کر کے حکم جواز جمعہ دیا ہے، جیسا کہ جامع الرموز میں مصرح ہے، نماز جمعہ سے روکنا امر دینی سے روکنا ہے البتہ جو چھوٹے گاؤں ایسے ہوں جہاں ضروریات روزمرہ ہر وقت نہ ملتی ہوں دوکان موجود نہ ہوں، وہاں نمازِ جمعہ ہرگز جائز نہ ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد عبد الحامد القادری غفرلہ

از سید العلماء الہند حضرۃ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ شاہجہاں پوری صدر جمعیۃ العلماء ہند دہلی

الجواب: جبکہ اس قریہ میں پچیس سال سے جمعہ قائم ہے تو وہاں جمعہ کی ادائیگی بدستور قائم رکھی جائے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

جائز ہوگی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے یہ الفاظ ہیں،

"پس نمازِ جمعہ دو رکعت است در وقتِ ظہر با جماعتِ عظیمہ از مسلمین در قریہ یا در شہر الخ مصفٰی شرح موطا امام مالک، اب چونکہ قاضی یا سلطان نہیں ہیں اس لیے گاؤں کے عام مسلمان جسکی امامت پر متفق ہو جائیں گے نماز جمعہ جائز ہوگی، عالمگیری میں ہے لو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بهم الجمعة جاز هكذا في التهذيب، نیز وہ گاؤں جب ایسا ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو وہ حکم میں مصر کے ہے، اس بنا پر ایسے گاؤں میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے اور یہ جو احناف کی کتابوں میں ہے کہ قریٰ میں جمعہ جائز نہیں ہے تو اس سے مراد وہ قریٰ ہیں جنکو ہمارے ہندوستان میں پور وہ کہتے ہیں کہ چند مکانات جھونپڑی وغیرہ کے بنا لیتے ہیں اور کاشتکاری کرتے ہیں اور اس سے قریہ سے مراد نہیں ہے جس کو قصبہ کہتے ہیں یا بڑے گاؤں مثل قصبہ کے تو اب ثابت ہوگیا کہ نمازِ جمعہ بلا کراہیت جائز ہے، مجموعہ فتاوی مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی جلد دوم میں اس کی پوری تفصیل ہے، طوالت کی وجہ سے ہم نے نقل نہیں کیا۔ واللہ اعلم بالصواب،

حررہٗ
عبد القیوم عفی عنہ

الجواب صحیح واللہ اعلم — الجواب صحیح واللہ اعلم

ابو السماد محمد حنیفی مدرس دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ — ابو البرکات محمد سمیع الندوی عفی عنہ نائب دار العلوم ندوۃ العلماء

از حضرت مولانا مولوی سید سلیمان صاحب ندوی شاگرد حضرت

مولانا شبلی نعمانی اعظم گڑھی

الجواب: اس مقام میں نماز جمعہ ضرور ادا کی جائے۔

سید سلیمان ندوی

از علماء و مفتی صاحبان دار الافتاء دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ہو المصوب۔ نماز جمعہ مثل اور نماز پنجگانہ کی طرح فرض ہے، اس کی ادائگی کے واسطے منجملہ اور شرائط کے یہ بھی ہے کہ مصر یا فناءِ مصر ہونا چاہئے، مصر کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ اس میں سلطان یا اس کا نائب (قاضی وغیرہ) رہتے ہوں اور حدود شرعی کا اجراء ہوتا ہو۔ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ مصر وہ ہے کہ اس بستی کے مسلمانوں کے لئے بڑی مسجد ناکافی ہوتی ہو، اور بعض متاخرین علماء نے یہ تعریف کی ہے کہ ایسی بستی جس میں مختلف گلیاں ہوں اور وہاں ضروریات کی اشیاء آسانی سے دستیاب ہو جاتی ہوں کذا فی فتاوی عالمگیریہ۔ پس صورت مسئولہ میں چونکہ متاخرین علماء کے قول کے مطابق مصر کی تعریف صادق آتی ہے اس لئے مقام مسئولہ میں نماز جمعہ ادا کرنا چاہئے

اسواف جامع الرموز - مواہیر ودستخط مفتیان کرام سند اشرعت شریف صدر ریاست اسلام ٹونک - انوار الحسن عفی عنہ - خادم شرع خلیل الرحمن عفی عنہ سید احمد مجتبیٰ عفی عنہ - عبد الرحیم عفی عنہ، سراج الدین کان اللہ لہ - قاضی محمد عرفان عفی عنہ -

از حضرت مولانا شاہ محمد رکن الدین صاحب مجددی الوری وابنہ

الجواب - مصر کی تعریف میں اکثر فقہا اسطرف گئے ہیں کہ جس مقام کے نمازی وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سما سکیں وہی مصر ہے، تنویر الابصار میں ہے المصر وھو ما لا یسع اکبر مساجدہ اھل المکلفین بھا - اس کے تحت میں درمختار میں ہے، وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء بظہور التوانی فی الاحکام بنا بریں مقام پوپین نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہوا، کیونکہ سائل کے سوال سے معلوم ہوا کہ اس مقام پر اتنے نمازی ہیں کہ مسجد میں سمائی نہیں ہوتی اور عرصہ سے یہاں جمعہ بھی ہوتا چلا آرہا ہے، پس ہرگز بند نہ کیا جاوے، جمعہ کو بدستور قائم رہنے دیا جائے، مانعین کے اصرار کی طرف توجہ بھی نہ کرنا چاہئے - فقط

احقر العباد محمد محمود غفرلہ خلف حضرۃ مولانا مولوی شاہ محمد رکن الدین صاحب

الجواب صحیح، فقیر محمد رکن الدین نقشبندی مسعودی، مجددی الوری

از جناب مولانا محمود حسن صاحب مفتی جامعہ حسینیہ محمدیہ ...

الجواب، مذکورہ مقام پر جمعہ وعیدین کی ادائگی کی بظاہر ممانعت ...

(۱۴) از جناب مولانا مفتی عبداللطیف صاحب رحمانی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

ہوالصوب، حنفیہ کے پاس ایسے گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز ہے، جو لوگ منع کرتے ہیں ان کی باتوں پر کان نہیں دھرنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب

مفتی عبداللطیف رحمانی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

(۱۵) از جناب مولانا محمد عباس صاحب مفتی دارالافتاء امارت شرعیہ صوبہ بہار پھلواری شریف

الجواب، موضع مذکور میں جمعہ کی نماز پڑھنی چاہئے، بند نہیں کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ محمد عباس غفراللہ لہٗ از دفتر امارت شرعیہ صوبہ بہار پھلواری شریف

(۱۶) از عدالت شرعیہ شریف صدر ریاست اسلام ٹونک

الجواب باللہ الموفق بالرادو الصواب، بصورت مندرجہ در استفتاء نماز جمعہ ایسی بستی میں ادا کرنا بقول مفتی بہ بلا تردد جائز ہے، بالخصوص جبکہ وہاں پچیس سال سے نماز جمعہ جاری ہے، بروایت خزانۃ الروایات عن عبداللہ احسن ما سمعنا فیہ لو اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدھم ولم یسعوا فیہ یجوز الجمعۃ وبروایت شرح وقایہ وما لایسع اکبر مساجدہ اھلہ مصر۔ وانما اختار ھذا دون التقسیم الاول لظہور التوانی فی احکام الشرع ونقص فریضۃ فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا

از جناب مولانا شاہ محمد اعظم صاحب مفتی جامع مسجد آگرہ

ایسے مقام پر جہاں ضروریات اشیاء ملتی ہوں اور مسلمان اسقدر ہوں کہ مسجد میں نہ سما سکیں تو اسکو حکم شہر کا ہوگا اور جمعہ جائز ہوگا علامہ بحر العلوم ارکان میں لکھتے ہیں کہ مصر عبارت از موضع است کہ دران حوائج ضروریہ انسان یعنی بیع و شراء ماکولات و ملبوسات می شدہ باشد، مگر احتیاط آنکہ چار رکعت آخر ظہر تنہا خوانند۔ فقط یعنی بعد جمعہ

مفتی محمد اعظم شاہ مفتی جامع مسجد آگرہ

از مولوی مسعود احمد صاحب دار العلوم دیوبند

الجواب اسواق ہونا معلوم ہوتا ہے کہ موضع مذکور قریہ کبیرہ مثل قصبہ کے ہے اور وہاں کوئی آبادی کے تین ہزار سے کم نہ ہوگی، اس لیے وہاں جمعہ و عیدین کی ادائیگی واجب ہے، کما قال العلامۃ الشامی و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق الخ پس آپ کو چاہیے کہ وہاں نماز جمعہ اور عیدین کی پڑھتے رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ: ... الجواب حضرت مفتی صاحب یعنی مولانا مفتی ... صاحب نے فرمایا لیکن اسکو بھی تصدیق کرنے کی ... مسعود احمد عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند

... (فافہم) ...

از جناب مولانا مفتی محمد شفیع اللہ صاحب مفتی دار العلوم ...

الجواب وھو الموفق للصواب۔ بیوگاؤں مذکور میں جبکہ ضروریات انسانی ...

کیونکہ مذکورہ مقام میں والی یا نائب کی موجودگی قیام مرتفق ہے، اجتماع کی افضلیت
جسکو ہر قسم کے احکام کے اجراء اور قیام تنظیم کی قدرت ہے اور بستی میں آبادی
اسقدر ہے کہ بڑی مسجد میں ان کی گنجائش بھی نہیں ہے اور بستی میں ساری ضروریات
انسانی موجود ہیں جس کی وجہ سے اس پر قریہ کبیرہ کا اطلاق صحیح ہے
اور بیس پچیس سال سے برابر قیام جمعہ اس کی دلیل ہے کہ حکومت وقت کی
طرف سے قیام جمعہ کی اجازت ہے، لہٰذا مذکورہ مقام پر جمعہ درست ہے
اور حسب دستور اس میں جمعہ درست ہے اور حسب دستور اس میں جمعہ
ادا کرنا چاہئے وعن ابی یوسف انہ ما اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدہم
للصلوۃ الخمس لم یسعہم وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء وقال ابو
شجاع ہذا احسن ما قیل فیہ وفی الولوالجیۃ وہو الصحیح بحر الرائق
صہ ۱۴۱ ج ۲ والتفصیل ہناک

ویشترط لصحتہا المصر وہو ما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین
بہا وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء مجتبیٰ قال فی القہستانی وتقع فرضا
فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق، قال ابو القاسم
ہذا بلا خلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء مسجد الجامع
واداء الجمعۃ لان ہذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم
صار مجمعا علیہ شامی صہ ۱۱ ج ۲

محمود حسن غفرلہ
خادم دارالافتاء جامعہ حسینیہ راندیر

(۲) صورت ... میں جملہ فقہا اور محدثین کے نزدیک جمعہ جائز بلکہ واجب ہے کیونکہ یہ مصر ہے اور مصر کی تعریف اس پر صادق ہے کیونکہ المصر ما لا یسع اکبر مساجدہ شرح وقایہ جلد اول باب الجمعہ صفحہ اور نیز اقی شروط کے علاوہ جمعہ کی وجوبیت بلا ریب درست ہے

(۳) جب ایک حقیقت کئی سال سے مسلمانوں نے جمعہ ادا کیا تو کیا وہ بدعت اور ضلالت تھے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

ما راٰہ المسلمون حسنًا فھو حسن، رواہ الطحطاوی علی الدر المختار فی جلد الاول یعنے جس کام کو مسلمان اچھا سمجھ کر عمل کریں وہ اچھا ہے

لہذا اس صورت میں بھی جمعہ کا پڑھنا واجب ہوا اور اس کا منع کرنا ناجائز اور مناع الخیر معتد اثیم کا مصداق ہے،

(۴) مصر کی تعریف میں یہ قول بھی ثابت ہے کہ جہاں تین مکانات ہوں ان ادلہ کے علاوہ اور بہت سے ادلہ جمعہ کے وجوب کے ہمارے پاس موجود ہیں، مانع جمعہ کی یہ دلیل کہ حضور کا ارشاد لا جمعۃ فی القری کہ گاؤں میں جمعہ نہیں سو اس کا جواب بھی مختصراً عرض ہے کہ مکہ معظمہ کو قرآن کریم میں قریہ کہا ہے لہذا وہاں بھی آپ کے نزدیک جمعہ نہ ہوا اور بدعت ہوا تو نعوذ باللہ رسول کریم اتنی مدت تک بدعت کا ارتکاب کرتے رہے اور خدا نے بھی ان کو بدعت کا حکم کیا، قرآن میں

لکھا ہے نیز اور نیا سجد ضروری ہے کہ قبیل سے مندرج ہو جاتی ہے اور ایسے قصبہ بڑی وہاں موجود ہیں جن کی طرف اکثر حاجتیں پہنچتی ہیں اور باوجود اس کے وہاں اکبر مساجد وہ ان کے جمیع اقامت رکھنے والوں کے گنجائش سمانے کی گنجائش نہیں رکھتی ہے تو مقام مذکور میں اقامت جمعہ بلا خطر جائز ہے، مانعین کے منع کا کچھ اعتبار نہیں ہے ورنہ اقامت جمعہ جائز نہیں بحج کثرت وقلت آبادی کا جمعہ قائم کرنے کے لئے مذہب احناف میں اعتبار نہیں، مصر کا اعتبار ہے، ایسا ہی کتب فقہیہ میں مذکور ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔۔

حررہ محمد رفیع اللہ غفرلہ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف

از جناب مولانا مولوی قاضی محمد زاہد صاحب فاضل دیوبند شمس آبادی،

انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اقول وباللہ التوفیق۔ (۱) جمعہ کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے، خداوند کریم کا ارشاد عالی ہے، یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ، اس آیۃ کا حکم یہ ہے کہ جس وقت جہاں جمعہ کی اذان ہو نماز پڑھنا واجب ہو جاتا ہے، لہذا قرآن نے کسی قید یا شرط کو نہ فرمایا، یعنی ان جمعہ ہر جگہ میں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہو واجب ہے

جوابات علماء ربانیین

۲۴ از جناب مولانا مولوی محمد حشمت علی صاحب سُنّی حنفی بریلوی

الجواب۔ نماز جمعہ و عیدین کے لیے مصر یعنی شہر ہونا شرط ہے اور شہر وہ ہے جس میں متعدد گلی کوچے، راستے اور بازار ہوں اور اس میں کوئی حاکم ایسا ہو جو مظلوم کا ظالم سے بدلہ دلا سکے، جرم کی سزا دے سکے، مقدمات کا فیصلہ کر سکے، پس اگر یہ باتیں بستی میں پائی جاتی ہوں تو وہاں نماز جمعہ و عیدین جائز ہے ورنہ نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ فقیر حشمت علی غفرلہ سُنّی حنفی بریلوی۔

راستے شرعی انداز میں ایسا حاکم (شرع کا) کہاں ہے؟ پس ہر جگہ جیسے بمبئی اور کلکتہ، کراچی اور احمد آباد وغیرہ میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے کیونکہ قاضی اسلامی یا بادشاہ اسلامی وہاں کچھ مقدمات وغیرہ کا فیصلہ نہیں کرتا ہے، بلکہ ظہر کی نماز فرض ہے! اس کا قائل مقلد حنفیت کیا

لہٰذا اس زمانہ سے وہاں جمعہ ہوتا تھا۔ تاکہ تو بڑے گاؤں یا دیہات اور گرد کو درست
بہرکیف جمعہ ہر جگہ میں درست ہے بلکہ واجب ہے۔ اس کا منکر نہیں قرآن
منکر ہے۔ علماء مسلم الذین کو ایسوں سے اجتناب ضروری ہے۔ واللہ اعلم و
علمہ اتم و احکم   انا الفقیر الاواہ العاصی القاضی محمد دیانت غفرلہ

فاضل دیوبند شمس آبادی

صح الجواب   صح الجواب   بلا شبہ نماز جمعہ شہر کے بہن میں حسب فرض ہے
فقیر خدا بخش بقلمہ۔   فدوی عبید اللہ بقلمہ۔   ترک کیا جاوے۔ محمد لطیف بقلمہ

نماز جمعہ مصر اور قریہ کبیرہ میں جس کو قصبہ کہا جاتا ہے بلا شک درست ہے ایسا ہی
کتب فقہ میں مذکور ہے۔   بقلم محمد عمر شمس آبادی

از جناب مولانا مولوی مفتی محمد وصی علی ملیح آبادی مدرس مدرسہ جامع العلوم

کان پور

الجواب ۔۔۔ اس گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے مگر
سو برس سے جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کے یہاں اور پچاس سال سے
برابر جمعہ ہوتا ہے اور تھا ہوشیار ضروری ہیں ہوات دستیاب ہوتی
ہیں جمعہ باقی رکھا جائے کیونکہ وہ قصبہ ہے اگرچہ ابتدا سے اسکو قصبہ
اس وجہ سے نہ سمجھا گیا ہو کہ اس میں آبادی ابتدا کم ہو۔ واللہ اعلم۔
مفتی محمد وصی علی ملیح آبادی عفی عنہ۔   الجواب صحیح ابو سعید محمد مفتی عفا اللہ عنہ

مصر ضروری ہے، حدیث شریف میں ہے کہ لا جمعۃ ولا فطر ولا اضحی
الا فی مصر جامع، اور مصر وہ مقام ہے جہاں مقدمات کو فیصل کرنیوالا
کوئی حاکم (مجسٹریٹ) موجود ہو یہی ظاہر الروایۃ ہے لہذا جس مقام میں
ایسا حاکم نہ ہو وہاں جمعہ قائم نہ کیا جائے، یہ روایت کہ اس مقام کی اکثر
مساجد میں تمام نمازی نہ سما سکیں مفتی بہ نہیں ہے تاہم جہاں پہلے سے قائم ہو
اور وہاں لوگ جمعہ پڑھنے کے عادی ہوں انکو منع نہ کیا جاوے اور
حکم کیا جاوے کہ نماز ظہر ضرور ادا کریں تاکہ فرض ان کے ذمہ باقی نہ رہے
واللہ سبحانہ وتعالیٰ وعلمہ عز اسمہ اتقن واحکم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبل المتین [illegible]

(۱) بلا ریب ظاہر الروایۃ کی روایت یہی ہے مگر صریحی طور پر ارشاد کیوں
نہیں ہوتا ہے کہ ہندوستان بھر میں جمعہ کہیں بھی جائز نہیں ہے کیونکہ
ظاہر الروایۃ کا بیان کردہ مجسٹریٹ ہندوستان میں کہاں ہے اسلامی
ریاستوں میں بھی تو تعزیرات ہند شرعی قانون اور ریاستی قانون ملکی
قانون کی کتاب ہے اور اسی پر فیصلے ہوتے ہیں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

قرآن شریف [illegible] کہ ظالم [illegible] اور اگر [illegible] مراد سزا

دنیا و آخرت [illegible] سبحان اللہ

مفتی [illegible] صاحب کی عبارت [illegible] کی محتمل ہے ۔ ۱۲ جامع

۲۵

استفتاء [illegible] مولانا مفتی ابوالقاسم محمد [illegible] جامع العلوم

کانپور

جواب [illegible] مذکور [illegible] جائز [illegible] پڑھنا جائز [illegible]

[illegible] معنی جامع [illegible] المصر [illegible] القری

[illegible] ابوالقاسم محمد [illegible] جامع العلوم

کانپور

[illegible] اس لئے [illegible]

[illegible] کی [illegible] اور [illegible] معلوم ہوتا

[illegible] تصحیح [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] مرادآبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ نماز جمعہ کے لئے شرعاً

شاید نا تر العقل بھی اس کا قائل نہ ہوگا ، کیونکہ جمعہ کی نماز (بلکہ سائر عبادات) مسلمانوں پر فرض ہیں اور وہی ان احکام کے مخاطب ہیں ، پھر غیر مسلم مردم شماری کو اس معاملہ میں کیا دخل ہوگا ؟ البتہ جمعہ فرض بایں معنے کہ جماعت کے لئے جس قدر آدمیوں کی موجودگی شرط ہے ، اشہرت کیا تھہ وہ بھی موجود ہیں نہ کہ مردم شماری کی قید سے ، فتدبر ۔ ۱۲ جامع

از جناب مولانا سعید احمد صاحب مفتی مظاہر العلوم سہارنپور

تنقیح ۔ کل مردم شماری مسلم و غیر مسلم کتنی ہے ، بازار ، تھانہ ہے کہ نہیں ان امور کا جواب آنے پر استفتار کا جواب دیا جائے گا ۔

از دفتر مظاہر العلوم سہارنپور

جواب تنقیح :۔ ۲۴۰۰ نفوس کی مردم شماری ہے جس میں سے مسلمان ۱۳۵۰ ، اور ہندو ۱۰۵۰ ہیں ۔ بازار ہے اور متفرق دوکانیں بھی ہیں ، دوکانوں کی مجموعی تعداد ۴۰ ہے ، تھانہ نہیں ہے ، البتہ چوکی پولس ہے جس میں ایک حوالدار اور چند چوکیدار رہا کرتے ہیں ، عثمان احمد از بسو ۔

الجواب ۔ حامدا و مصلیا ، جس جگہ کی مردم شماری ۳ ہزار سے بھی کم ہو وہ چھوٹا گاؤں ہے اور اس میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ جائز نہیں ۔

قال علی رضی اللہ عنہ لا جمعۃ ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] مفتی دارالعلوم دیوبند

الجواب اگر اس بستی کی آبادی کل مرد و عورت مسلم و غیر مسلم کا مجموعہ تقریباً دو یا تین ہزار ہوا و بستی کی ظاہری حیثیت سے اس میں شہریت کے آثار نمایاں ہوں تو جمعہ پڑھنے میں مضائقہ نہیں، ورنہ بجائے جمعہ کے ظہر پڑھنا واجب و لازم ہے، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ احقر محمد شفیع غفرلہٗ خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

۱۔ اول تو مردم شماری کا یا اس کی معین تعداد کا تذکرہ تعریفات مصر میں مسلم نہیں ہے، کیونکہ فقہاء حنفیہ کی کتب اس سے خالی ہیں لیکن اس امر کے مان لینے کے بعد ارشاد ہو کہ غیر مسلم اور مسلم کا مجموعہ مصر کی تعریف میں کیوں کر معتبر ہوگا (مثال) حیدرپور ایک بستی کا نام ہے جس کی کل آبادی مسلم و غیر مسلم ملا کر تین ہزار کی ہے، جس میں سے مسلم صرف چار مرد آزاد عاقل و بالغ ہیں اور باقی سب غیر مسلم ہیں، بستی مذکور کی ظاہری حالت شہریت بھی نہیں ہے، پس کیا وہاں مردم شماری کے لحاظ سے جمعہ فرض ہے؟ جواب فتوی سے یہی متبادر ہے کہ فرض ہے، اگر کوئی عاقل کہا

آبادی کی قید بیان ہوئی ہے اور کس گروہ فقہا نے اسکو فتوے کے قابل سمجھا

۱۲ - جامع -

۲۹

از حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب

(تھانوی)

آپ نے بھی فتویٰ پالنپور کی تصحیح الاغلاط (...)

بازار ہے یا نہیں اور مسلسل دوکانیں ہیں یا متفرق، اور کتنی دوکانیں ہیں کل مردم شماری کتنے آدمیوں کی ہے، مسلسل دوکانیں کتنی ہیں اور کیا لوگ اسکو بازار کہتے ہیں؟ خود لفافہ بنا کر اس پر اپنا پتہ لکھ دینا چاہیے تھا تاکہ مجھکو تکلیف نہ ہوتی -

جواب تنقیح - موضع بسو کی کل آبادی مسلم و غیر مسلم مردم شماری کے اعتبار سے ۲۳۰۰ نفوس کی ہے مسلمان ۱۲۵۰ ہیں اور ہندو ۱۰۵۰ ہیں

۲ - بازار ہے اور متفرق دوکانیں کئی ہیں: مجموعی حیثیت سے کل چالیس دوکانیں ہیں،

۳ - بازار کے نام سے مشہور نہیں ہے بلکہ اسکو چوراہہ کہتے ہیں اگر گجراتی زبان کے اعتبار سے چوراہہ، چوک اور بازار کے معنوں میں بھی مستعمل ہے کل دوکانوں کی کیفیت یہ ہے کہ مسلسل نہیں ہیں بلکہ دو چار دوکانیں بھی ہوتی ہیں، اس کے بعد دو چار گھر آتے ہیں، پھر دوکانیں آتی ہیں، خاص چوراہہ پر دس بارہ دوکانیں ہیں چونکہ ہر راستہ کے نکڑ پر یکجا دو دو تین تین کی حیثیت

واللہ اعلم بالصواب ۔ حررہٗ سعید احمد غفرلہٗ ۔

دار الافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح ۔ عبد اللطیف مدرس مظاہر علوم سہارنپور ۔

علما بالکل صحیح ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب پر سوائے مصر کے جمعہ جائز نہیں ہے ۔ جیسا کہ حضرت علی کی روایت جو آپ نے نقل فرمائی ہے ظاہر کرتی ہے مگر قید مردم شماری دلیل سے کہاں سمجھی جاتی ہے ۔ یہاں پر دو مستقل دعوے ہیں ، اول تین ہزار کی آبادی چھوٹا گاؤں ہے دوم اس میں یعنے گاؤں میں بر مذہب حنفی جمعہ جائز نہیں ہے ۔ مگر دلیل جو قال علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے وہ صرف دوسرے دعوی کی ہے اس میں شہر و گاؤں کی کوئی تعریف نہ تو باعتبار آبادی کی مردم شماری کے ہے ، اور نہ [illegible] کتب حنفیہ اس امر سے [illegible] علاوہ بریں جابجا میں مذکور ہے کہ قریہ کبیرہ سے کہ جہاں تیس یا زائد تیس گھر ہیں اور آپ اس کو چھوٹا گاؤں تحریر فرماتے ہیں کہ جہاں (۳۱۰) تین سو دس گھر ہیں ۔ اور بھی ملاحظہ ہو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مصفی میں تحریر فرمایا ہے کہ " پیش ما چنین است کہ ہر اجتماع ایشان اسم قریہ توان اطلاق نمود جمعہ جائز است حد آن چہل کس باشند یا زیادہ و در بعض احادیث اقل آن پنجاہ کس مرد عاقل بالغ حر آمدہ " برائے خدا ارشاد ہو کہ کونسی فقہی کتاب میں تین ہزار

کہتے ہین کہ جو عرفاً قصبہ ہو یا شہر نہ کہ گاؤن، کیونکہ دنیا کی آبادی کی تین
قسمین ہین، بڑی - چھوٹی، درمیانی، یعنے شہر گاؤن، قصبہ، پس شہر
اور قصبہ تو مصر ہین اور گاؤن مصر نہین، اور یہ امر عرف عام پر مبنی ہے[۱] جبکو
سب لوگ جانتے ہین کہ ایسی آبادی قصبہ ہوتے ہین اور ایسے گاؤن، لہذا
اگر بسو کو عرف مین قصبہ شمار کیا جاتا ہو تو جمعہ پڑھنا جائز ہے، فرض ظہر پڑھنے
کی ضرورت نہین اور اگر یہ بستی بسو قصبہ عرفاً نہین ہے بلکہ گاؤن شمار
کیا جاتا ہے تو جمعہ پڑھنا درست نہ ہوگا، احتیاطاً فرض ظہر پڑھ لی جائین کہ اگر عند اللہ تعالےٰ
جمعہ نہین ہوا تو فرض ظہر ذمہ نہ رہے اور اگر جمعہ ہوگیا تو یہ چار رکعت نفل
ہوجائے گی، ثواب بھی ملے گا، اس لئے یہ چار رکعت بہ نیت فرض ظہر پڑھی
پڑھنی چاہیئے، یعنے چارون رکعتون مین الحمد اور سورۃ پڑھی جاوے، نہ کہ فقط
دو رکعت اول مین اور دو ثانی، واللہ تعالیٰ اعلم-

صدر العلوم ضیاء العلوم، محمد حسین قاضی بستی یا بھول

---

[۱] یہ امر عرف عام پر مبنی ہے، یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، پھر ایسا دعویٰ کہ جس کی
تصریح سے فقہ حنفیہ ساکت ہین، خیال فرمائیے کہ عرف عام پر مبنی ہونیکی
صورت مین چالیس چالیس تعریفات شہر کی کیا ضرورت کیا تھی؟ عرف کے
قصبہ یا شہر کو تو سب ہی پہچانتے ہین پھر تعریف کی ضرورت کیا تھی؟ علاوہ
برین اگر حدیث علی رضی اللہ عنہ کے مصر سے مصر عرفی مراد ہو تو پھر قصبہ مین بھی

لی ہوئی ہین۔

اس بار بار کی تکلیف اور زحمت دہی پر جو آنجناب کو دیجاتی ہے سخت ندامت ہے مگر مجبوراً کیا کرون اُمید کہ آنجناب معاف فرمائین گے۔

عثمان احمد از لبسو۔

جواب۔ میرے نزدیک یہ محل اقامت جمعہ کا نہین، اور ٹکٹ لفافہ مین خود کیون نہین چسپان کئے فضول تکلیف دینے سے کیا فائدہ۔

(دستخط و مہر وغیرہ سب ۱۲ جامع)

۱ پس مجیب علام کی شخصیت سے مرعوب ہو جائے، اور جمعہ قائم نہ فرمائے، نہ دلیل ہے نہ حوالہ، بلکہ مجیب علام کا اجتہاد ہے، جو قابل لحاظ نہین ہے، لیکن اگر میرے نزدیک سے مراد مذہب حنفی ہے تو مدلل تحریر کرنا چاہئے کیونکہ مذہب حنفی مین ایسا کوئی قول موجود نہین ہے، دوکانون کی تعداد، ہندوؤن کا شمار، مسلمانون کی تعداد، جو حضرت مجیب نے دریافت فرمائی نہ معلوم کس جہت سے تھی؟ کیا مردم شماری کو بھی تعریف مصریت مین کچھ دخل ہے؟ ۱۲ جامع۔

از جناب صدر العلماء مولوی محمد ضیاء الحق صاحب پسر جناب مولوی محمد حسن صاحب قاضی ریاست بھوپال

الجواب: فقہ حنفیہ کی رو سے جمعہ کیلئے مصر شرط ہے، کتب فقہ مین متعدد تعریف مصر کی مسطور ہین، سب کا ماحصل یہ ہے کہ مصر اس آبادی کو

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تمام باقل من اربعین حنفیہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ موقوفاً و مرفوعاً سے استدلال فرماتے ہیں جیسا کہ عینی شرح بخاری میں ہے ثم استدل ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بما رواہ عبد الرزاق عن علی رضی اللہ عنہ لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع وکذا رواہ ابن ابی شیبۃ عن حجاج النخعی وروی ایضاً بسند صحیح اخبرنا جریر عن منصور وقال النووی حدیث علی رضی اللہ عنہ متفق علی ضعفہ فکأنہ لم یطلع الا اثر الذی فیہ الحجاج ولم یطلع علی طریق جریر عن منصور فانہ سند صحیح ولو اطلع لم یقل بما قال - مصر کی تعریف میں فقہائے حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا بہت اختلاف ہے بعض کہتے ہیں وہ بستی ہے جہاں ہر روز ایک انسان پیدا ہوتا ہو اور ایک مرتا ہو، بعض کہتے ہیں وہ بستی ہے جس کے باشندوں کی اتنی تعداد ہو کہ اگر کوئی دشمن اُن پر چڑھائی کرے تو وہ اُسکو اپنے سے دفع کر سکیں بعض کہتے ہیں کہ وہ بستی ہے جہاں ہر حرفت جاننے والا ایک سال تک اپنی حرفت سے بغیر دوسرے کی حرفت اختیار کئے ہوئے گذر بسر کر سکے۔ بعض کہتے ہیں وہ بستی ہے جس میں دس ہزار مردوں کی آبادی ہو، بعض کہتے ہیں وہ بستی ہے جہاں امیر ہو، قاضی ہو کہ حدود و قصاص قائم رکھ سکیں، اس کو کرخی نے اختیار کیا ہے، بعض کہتے ہیں وہ بستی کہ

[illegible] ... وہ باعث ہے کہ شہر
[illegible] ... داخل ہیں
اور [illegible] ... لیکن اگر ایسا
[illegible] ... میں جمعہ جائز
[illegible] ... باب الجمعہ کے
[illegible]

از [illegible] مولانا [illegible] صاحب فرنگی محلی لکھنوی

[illegible]

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ادائے جمعہ کے لیے مصر
شرط ہے [illegible] شرط ہے اور امام شافعی و امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما
کے نزدیک ہر اس جگہ نماز جمعہ ہو سکتی ہے جہاں نماز جمعہ ہو سکتی ہے
جہاں چالیس آزاد مرد بستے ہوں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک
ہر اس جگہ نماز جمعہ ہو سکتی ہے جہاں چالیس آزاد مرد سے کم بستے ہوں
جیسا کہ صاحب نہایہ ماتن کے قول لا تجوز فی القری کی تائید کرتے ہوئے
فرماتے ہیں - فائدہ [illegible] من قولہ المسابق نفیا لمذہب
الشافعی رحمۃ اللہ [illegible] لا یشترط المصر بل تجوز فی کل موضع اقامہ
[illegible] رحمۃ اللہ علیہ وقال

بعض کہتے ہیں کہ وہ جگہ ہے کہ مصر سے متصل مصر کی ضروریات کے لئے ہو جیسا کہ خلاصہ اور خانیہ میں ہے۔ الموضع المعد لمصالح المصر متصل به ومن كان به مقيمًا فی عمران المصر واطرافه وليس بين ذلك الموضع وبين عمران المصر فرجة فعليه الجمعة اور بدائع میں ہے کہ وہ جگہ ہے کہ جہاں کے باشندوں کیلئے یہ ممکن ہو کہ مصر میں اگر نماز جمعہ میں شریک ہوں اور شب با تی اپنے اہل و عیال میں کریں ما قاله بعضهم انه امكنه ان يحضر الجمعة و يبيت اهله من غير تكلف تجب عليه الجمعة - امام اجل شیخ حسام الدین فرماتے ہیں کہ وہ جگہ ہے جہاں مصر کی وہ اذان سُنی جائے جو باآواز بلند منارہ پر کہی گئی ہو، جیسا کہ مضمرات میں ہے، و قال الشيخ الامام الاجل حسام الدين تجب على اهل القرية والقرية الى البلدة التى هى توابع العمران الذين يسمعون الاذان على المنارة باعلى الصوت - اور علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے بحر الرائق میں صاحب بدائع کے قول کو احوط بتایا ہے، اختلف التصحيح والفتوى كما رأيت ولعل الاحوط ما فى البدائع فكان اولى، پس صورت مسئولہ میں اگر موضع سو ستر ہے اتنا دور ہے کہ نماز کے لئے شہر سے جانیوالا شخص بروز جمعہ وہاں نماز جمعہ

جس مین ضروریاتِ زندگی بآسانی فراہم ہوسکین یہی مولانا نظام الدین فرنگی محلی کا بھی مسلک ہے - ۱۲ جامع -) بعض کہتے ہین وہ بستی ہے کہ جسکی سب سے بڑی مسجد مین اس بستی کے مکلفین غیر معذورین نہ سما سکین، اور یہی تعریف اکثر فقہائے حنفیہ کی مختار ہے، جیسا کہ درمختار مین ہے، وھو مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا وعلیہ الفتوی اکثر الفقہاء، ردمختار شرح درمختار مین ہے قولہ المکلفین بھا احترز بہ عن اصحاب الاعذار مثل النساء والصبیان والمسافرین عن القہستانی قولہ وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء وقال ابوشجاع ھذا احسن ما قیل فیہ وفی الولوالجیہ وصحیح (بحر) اور بحرالرائق مین ہے، فی المجتبی عن ابی یوسف انہ اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد ھم للصلوٰۃ الخمس لم یسعھم وعلیہ الفتوی لاکثر الفقہاء، آخری عبارت بحری جو نقل کی گئی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی بستی کو مصر کہین گے کہ جہان جماعت پنجگانہ کے لئے کئی مسجدین ہون اِن مین سے جو مسجد سب مین بڑی ہو، اُس مین بھی بچون، عورتون اور مسافرون کو چھوڑ کر کل باشندے اُس بستی کے نہ سما سکین، پس اس تعریف کے لحاظ سے، پس اِس تعریف کے لحاظ سے مقام بسوہر مصر کی تعریف نہین صادق آتی ہے اور خاص مصر کی تعریف مین بھی علماء احناف کا اختلاف ہے

شریک ہوتے تھے اور بیوی [illegible] جب [illegible] مدینہ میں آکر

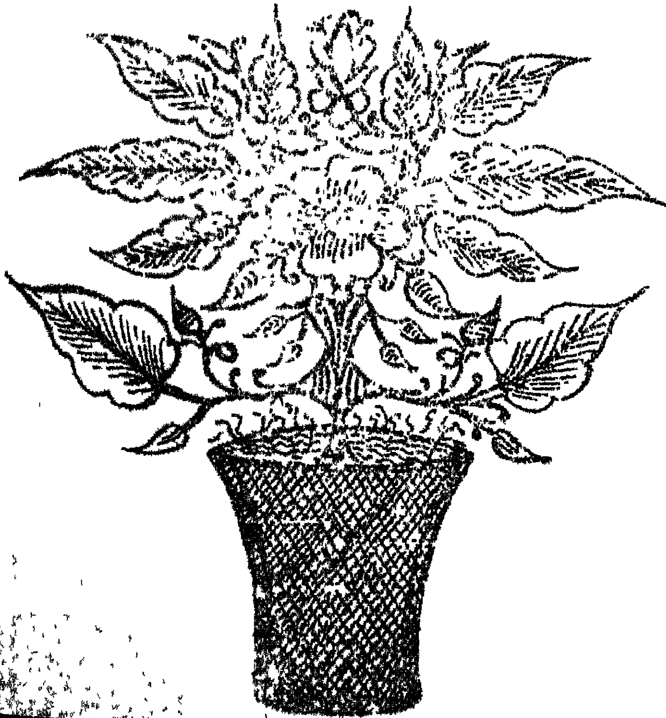
[illegible] رہتا [illegible] واسطے [illegible] لگ [illegible]

اُن کو کوئی ایسا علم [illegible]

پڑھنے لگے [illegible] اور [illegible]

تو اسے مقام پر بھی پڑھ [illegible]

تمت



ادا کر سکے شب تک لوٹ سکتا ہے تو نماز جمعہ مقام بسو کے باشندوں پر واجب ہے ورنہ نہیں واجب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ ابوالرحیم محمد ایوب غفرلہ

ہماری تقریبا ہے تصریح کردی ہے کہ اگر وہاں صرف ایک ہی مسجد ہے تو وہی اکبر مساجد ہوگی اور اس کے پڑھ جانے سے وہاں کے لوگوں پر نماز جمعہ واجب ہو جائے گی۔ کما صرح بہ مولانا رکن الدین الالوری فی بعض رسالتہ تتعلق بالجمعۃ بنقل العبارات من شاء الاطلاع فلیرجع الیہ۔ پس اہل بسو پر جمعہ بہ تحقیق مفتی صاحب بھی فرض ہوا، اگرچہ موصوف نے نتیجہ غیر صحیح اخذ کیا ہے اور صرف بحر الرائق کی عبارت اس کو ثابت کرتی ہے کہ وہاں متعدد مساجد بالضرور ہوں، لیکن اکثر عبادتین مطلق ہیں، پھر اس کے خلاف تصریح بھی ہے ۱۲ جامع

ص الحمد للہ پالن پور سے بسو اتنا ہی دور ہے کہ لوگ نماز جمعہ پڑھ کر واپس آسکتے ہیں اور اپنے گھروں میں شب باش ہو سکتے ہیں، اس لیے بقول مفتی صاحب اہل بسو پر نماز جمعہ فرض ہے لیکن ان کو یہ تکلیف نہیں دی جا سکتی کہ وہ ہمیشہ پالن پور ہی میں جا کر پڑھیں بلکہ وہ اپنے وہاں جمعہ کی نماز قائم کر کے ادا کر سکتے ہیں، شبہ نہ کیا جاوے کہ عہد رسالت میں اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں لوگ آکر مدینہ کے جمعہ میں

نمبرشمار	نمبرصفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹	۳	۷	بہرنوع جمعہ نماز فرض ہے	بہرنوع جمعہ کی نماز فرض ہے
۲۰	۱۳	۱۷	اور اس کے مثل	اور اسی کے مثل
۲۱	۱۷	۱۰	فقہا کا تیسرا طبقہ ہدایہ میں ہے اس کے تصحیح ذوانون کی عبارت سے ثابت ہوتی ہے	طبقات الفقہا پر نظر کرو یعنی ذوانون پر پوشیدہ نہیں کہ فقہا کا تیسرا طبقہ
۲۲	۱۷	۱۶	بعد ھا ثانیہ	بعد ھا بینیۃ
۲۳	۲۰	۲	کیونکہ قرآن میں	کیونکہ قرآن مجید میں
۲۴	۲۰	۹	یہ بات اچھی طرح یاد کرلو	یہ بات خوب اچھی طرح یاد کرلو
۲۵	۲۳	۳	اس واسطے قرآن میں	اسی واسطے قرآن میں
۲۶	۲۳	۵	کیا گیا کُونُوا قِرَدَةً	کیا گیا کہ کُونُوا قِرَدَةً
۲۷	۲۳	۶	تو خاص طور سے	تو ان کو خاص طور سے
۲۸	۲۴	۱۷	بحدیث	بحدیث دارقطنی
۲۹	۲۴	۱۷	روایت کے	روایت کے کہ
۳۰	۲۵	۸	رخصت نہیں دیگئی	رخصت نہیں دیگئی ہے
۳۱	۲۵	۱۷	کیونکہ وہان جمعہ پڑھنا	کیونکہ وہان ظہر پڑھنا
۳۲	۲۶	۷	جمعہ عرفات مین تو نہین پڑھا	جمعہ عرفات مین اسوجہ سے نہین پڑھا گیا
۳۳	۲۶	۱۷	مسلمانون کا اجماع کہ	مسلمانون کا اجماع ہے کہ
۳۴	۲۷	۴	مکان مین آجانا مشکل ہو	مکان تک آجانا مشکل ہو
۳۵	۲۷	۱۱	فتفذ د	فیفذ د
۳۶	۲۷	۱۱	اس خطبہ کو آپ نے دہرایا	اس جملہ کو آپ نے دہرایا
۳۷	۲۹	۱۱	درست نہین ہو	کر لینا درست نہین ہے
۳۸	۲۹	۱۳	قلت دلالت کرتی ہے	قلت پر دلالت کرتی ہے
۳۹	۳۰	۱	اس رائے پر یہ پڑتا ہے	اس رائے پر یہ پڑتا ہے
۴۰	۳۱	۱۳	شاذ ند	شاذ نادر

نقشہ اغلاط و تصحیح رسالہ ہذا

نمبر شمار	نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	رجب المرجب کی بات	رجب المرجب ۱۳۵۳ھ کی بات ہے
۲	۳	۷	سوالات پڑھیے اور مباحث دیکھیے	سوالات پڑھیے مباحث دیکھیے
۳	۴	۱۶	اگر بادشاہ اسلام کی شرط	اگر بادشاہ اسلامی کی شرط
۴	۵	۱۴	جانچ و تحقیق سے کام لیجیے	جانچ و تحقیق کی احتیاط سے کام لیجیے
۵	۵	۱۵	التماس ہے تسامحات سے	التماس ہے کہ وہ میرے تسامحات سے
۶	۶	۳	رچولی، ضلع بارہ بنکی	اچولی، ضلع بارہ بنکی
۷	۸	۱۰	زائد ہوں گے بلکہ قرآن کے	زائد ہوں گے اور صرف اتنے ہی ہوں گے بلکہ قرآن کے
۸	۸	۱۳	فقہ کا عظیم الشان	فقہ کا عظیم الشان دفتر
۹	۸	۱۴	اور حدیث کی ہزار ہا آتا ہوں	اور حدیث کی ہزار ہا ہزار کتابیں ہوں
۱۰	۸	[illegible]	دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے	دیکھنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے
۱۱	۹	۵	لکھا کہ اس دور کے جہلاء	لکھا ہے کہ اس دور کے چند جہلاء
۱۲	۹	۷	احناف کے مسلک کو منکر ہیں	احناف کے مسلک سے منکر ہیں۔
۱۳	۹	۷	اور اس عظیم الشان کو	اور اس عظیم الشان اہتمام کو
۱۴	۹	۸	کیجانب سے منسوب کرتی ہیں	کیجانب منسوب کرتے ہیں۔
۱۵	۹	۹	قدوری کا قول ہے	قدوری کا قول یہ ہے
۱۶	۱۰	۲	پس گویا مکروہ تحریمی	پس گویا کہ مکروہ تحریمی
۱۷	۱۳	۱	یہ قدرجہ	یہ مرتبہ
۱۸	۱۳	۲	نہیں رکھتا	نہیں رکھتا ہے

نمبرشمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۳	۷۲	۹	اس کا مثل ہے	اسی کا مثل ہے۔
۶۴	۷۷	۱	نوجوان کیلئے نوخدا کیلئے	نوخدا اسکے لیے
۶۵	۷۸	۱۲	الفاظ پڑھنا	الفاظ پڑھاتا
۶۶	۷۹	۱۶	سواے ایک جگہ کے	سواے ایک مسجد کے
۶۷	۸۱	۱۱	بغداد کو	بغداد سے کہ
۶۸	۹۳	۶	لاپرواہیون کی	لاپرواہیون کے
۶۹	۹۶	۷	متحققین	محققین
۷۰	۱۰۶	۷	جمعہ پڑھنا	جمعہ پڑھنے
۷۱	۱۰۶	۹	ترتیب سے	ترتیب سے آئے
۷۲	۱۰۸	۱۰	جمع	جگہ
۷۳	۱۲۳	۱۷	ان	ان کو

(نوٹ) — از صفحہ ۱۴ تا ۱۶ چند غلطیان نقشہ بالا مین درج ہونے سے رہگئی تھین
لہذا ذیل مین درج کی جاتی ہین

نمبرشمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۴	۱۴	۶	[illegible]	[illegible]
۷۵	۱۵	۱	اس مین رد وبدل ہوسکتا ہی	اُس مین کچھ رد وبدل ہوسکتا ہی
۷۶	۱۵	۶	اللہ تعالی آج	اللہ تعالی نے آج
۷۷	۱۵	۱۳	اوجود لہا	ادجود لہا
۷۸	۱۵	۱۴	اور ۳ا کو برکت	اور شا اس کو برکت
۷۹	۱۶	۲	سہل انگاری	سہل انگاری
۸۰	۱۶	۷	ثواب حاصل کرو	اجر حاصل کرو
۸۱	۱۶	۸	بعض حصص جو بیان ہے	بعض حصص جو بیان ہے

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۱	۳۲	۱	ثابت نہیں ہے	ثابت نہیں ہوتا ہے۔
۴۲	۳۱	۴	چالیس کو کم آدمی	چالیس سے کم آدمی
۴۳	۳۳	۱۰	عینی شرح بخاری	عینی شرح بخاری
۴۴	۳۳	۱۱	امام ابوحنیفہ نے کہ جس کو	امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کو کہ جس کو
۴۵	۳۴	۵	اور اس کی تاکید	اور اس کی تائید
۴۶	۴۱	۱۲	متون و شرح	متون و شروح
۴۷	۴۳	۱۷	تو گویا تخمینہ یہ ہوگا	تو گویا کہ تخمینہ یہ ہوگا
۴۸	۴۴	۶	خواہ نخواہ رکاوٹ	خواہ نخواہ کی رکاوٹ
۴۹	۴۶	۱۵	وہذا الصدق	وہذا لیصدق
۵۰	۴۷	۵	اوران میں	اوراس میں
۵۱	۴۸	۶	تعریف میں نہ جامعیت ہے	تعریف میں نہ تو جامعیت ہے
۵۲	۴۹	۹	اپنی ہی صنعت کے	اپنی ہی صنعت کے
۵۳	۵۰	۱۲	وہذا تنا [illegible] شہر عرفی میں	وہذا لیس [illegible] شہر عرفی اور شہر شرعی میں
۵۴	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۵	۶۲	۳	جامع و مانع نہیں	جامع و مانع الاطلاق نہیں کہ
۵۶	۶۳	۳	تحریر سے نمایند	تحریر سے نمایند
۵۷	۶۳	۱۷	جو شرط امام ابوحنیفہ کی نزدیک	جو شرط ہے امام ابوحنیفہ کی نزدیک
۵۸	۶۵	۶	پس تعریف ایسی ہی چاہیے	پس تعریف ایسی ہونا چاہیے
۵۹	۶۵	۱۱	جو پوردہ نہ ہو	کہ جو پوردہ نہ ہو
۶۰	۷۰	۱۵	ظہیرۃ	ظہیریہ
۶۱	۷۳	۶	لیکن جو شبہات	لیکن جو شبہات سے
۶۲	صفحہ ۳۷ سطر ۵ کے بعد سطر و سطر ذیل کی عبارت شامل کرکے پڑھنا چاہیے جو رہ گئی ہے "درمختار میں اسکو اختیار کیا گیا ہے اور کثیر حصہ فقہا کی اسکو نقل کرتی ہے کیونکہ اسی پر [illegible] ہی جاری ہیں [illegible] کا اعتماد آج ہے"			